

قاصی ابو یوسفؒ

حیات اور عملی کارنامے

حسن القاضی فی سیرۃ امیر الدین محمد القاضی

تالیف
شیخ زاہد کوشی

ترجمہ و تفسیر
ڈاکٹر الاسلام ارشدی

دارالانعمان
المطبعة والنشر العربیة

قاضی ابو یوسف حیات اور علمی

کارنامے

حسن التقاضی فی سیرۃ امام ابی یوسف القاضی

تالیف: شیخ علامہ المحمد ث زاید الکوشری

ترجمہ و تحقیق: منظر الاسلام ازہری

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

انتساب

امام ابو یوسف کے نام

©All rights reserved

Gazi Abu Yusuf: Hayat Aur Ilmi Karnaam

By: Shaikh Zahid Kuran
Translated by: Manzoorul Islam Azhar
First edition: November 2011 in Delhi
second edition: November 2012 in Pakistan

Dar-un- Noman, Pakistan

Distributed by : Maktaba Qadria
Main University Road Old Sabzi Mandi
Karachi

Phone : 0345-7780640

Email : danulnoman@gmail.com

فہرست مشمولات

7	پیش لفظ
11	مقدمہ از مولف
15	امام ابو یوسف کا شمار نسب اور تاریخ پیداواری کی تحقیق
21	امام ابو یوسف امام ہاشمیہ کی درس گاہ میں
27	اسلامی مکملوں میں کوئی ایکیت اور امام ابو یوسف کی علمی نشوونما
35	امام ابو یوسف کا قوت مانتھاد اور زمانہ
41	حدیث اور فقہ میں امام ابو یوسف کے مشارح
45	امام ابو یوسف کا تعلیم و تحلیم سے شغف اور طلبہ کے ساتھ شفقت
48	امام ابو یوسف کے حروفہ
55	اجتہاد کی نشان اور اصول و فروع میں مہارت
62	امام ابو یوسف ارباب علم و دانش کی نظر میں
69	امام ابو یوسف کی تصنیفات
80	علم کلام کے بعض افکارانی مسائل میں امام ابو یوسف کی دہانے
90	امام مالک سے امام ابو یوسف کی ملاقات
94	محمد بن اسماعیل سے ابو یوسف کی روایت
100	کیا امام شافعی اور ابو یوسف کی ملاقات ثابت ہے؟
105	ابو یوسف کی بعض حکایتیں اور اہل حدیث سے ملاقات

Caran-Nouar, February

Caran-Nouar, February

Caran-Nouar, February

Caran-Nouar, February

Caran-Nouar, February

Caran-Nouar, February

Caran-Nouar, February

- ابو یوسف کی نکت آمیز باتیں 111
 ابو یوسف کی ماضی جوانی اور احکام کی یکسو باتیں 115
 ابو یوسف کی ابو حنیفہ کی مجلس علم سے غیر ماضی 120
 نہ وہ مجلس ملی کی تدوین ملی نہ وہ مجلس کے ساتھ کیوں؟ 124
 خلافت کے ساتھ ابو یوسف کے بعض واقعات 131
 عجیبہ مسائل کا حل اور فقہی تدابیر 137
 امام ابو یوسف کی وفات 145
 امام ابو حنیفہ کی ابو یوسف کو گرامتہ و وصیت 156
 طبقات فقہاء سے متعلق ان کا سال پر شاہد مہربانی کی حسیب 161
 شاہ ولی اللہ کے تصانیف 178

پیش لفظ

۲۰۰۸ء میں میرے ایک غائبانہ کرم فرما جو عام طور پر اہل علم سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں نے علامہ زاہد کوثری جنتی کے تین رسالے ارسال کیے اور ذوق پر فرمائش کی کہ ان رسالوں کا ترجمہ اردو میں اس لیے ناگزیر ہے کہ برصغیر کے سنی دوہلی تقلید اور ان کے مذاہب خاص طور پر امام اعظم ابو حنیفہ کی محدثانہ بصیرت اور فقہی شان کا بڑی بے باکی سے مذاق اڑا رہے ہیں۔ علامہ کوثری کے یہ رسالے میرے مطالعے میں آچکے تھے، میں نے ان کی بات سے اتفاق کیا اور کتاب لٹے کے فوراً بعد ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ تقریباً دو مہینے کے اندر پہلے رسالے ”فہمہ اہل العراق وحنبلہم“ کا ترجمہ مکمل کر لیا۔

چند ماہ بعد دوسرے رسالے ”حسن التقاضی فی سیرۃ امام ابی یوسف القاضی“ کا ترجمہ بھی شروع کر دیا۔ کچھ ذاتی مصروفیات اور ناساعد حالات کی وجہ سے اس رسالے کی تکمیل میں تاخیر ہوئی مگر الحمد للہ نقالی تاخیر کے باوجود اس کا ترجمہ بھی مکمل ہو گیا۔ اب دونوں رسالے ادارہ فکر اسلامی سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم اس کے سبب سیدنا محمد ﷺ کے صدق و طہل ”حسن التقاضی“ بنام ”امام ابو یوسف حیات و خدمات“ کا اردو ترجمہ شرب چاراضہ بعد از مطرب ۱۳ اشعار بنام ”اعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۹ء کو شمس نے مکمل کر لیا تھا۔ کتاب کے مباحث، مصادر و مراجع دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر الجھل جھٹے کر میں گئے ہیں کہ ترجمے پر ہی انکشاف کرنا حساب نہیں سمجھا بلکہ یہ شوق ہوا کہ جھلک مباحث کی توفیق اور مصادر و مراجع کی تخریج و تحقیق طے میں کر دی جائے تو کتاب کی افادیت دوہلا ہو جائے گی۔ اسی غرض سے ترجمے کے ساتھ

ساتھ چاہیے اور اصل مصادر کی طرف رجوع کی بہت بھی کر لی۔ مگر یہ کام دو وجہوں سے اتنا آسان نہیں تھا۔

اولاً: مصنف کا طریقہ عام طرزِ سوانح نگاری سے بالکل مختلف ہے، عام مؤلفین کی طرح محض نام و نسب، تاریخ پیدائش، جائے پیدائش، تاریخ وفات جیسی تفصیلات بیان کرنے پر ہی انہوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ تاریخ پیدائش بیان کی ہے تو مختلف اقوال میں تحقیق اور تاریخ بیان کرنے کا حق ادا کرنا بقاعدہ ابو یوسف پر بات کی تو تحقیق کی اجتناب کر دی، طبعی مقام اور معاصر احوال بیان کیے تو ایسا لگتا ہے کہ صرف آخری امام ابو یوسف کی اجتہادی شان کا ذکر کیا تو ایسے ایسے اصولی اور فروعی مباحث ذکر کیے کہ انصاف پسند قاری ان کی رائے سے متفق ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ثانیاً: علامہ زاد کوثری کی تحقیق کا بڑا حصہ قلمی کتابوں اور قدیم نسخوں پر مشتمل ہے۔ قدرت نے کوثری کے افادہ ذہن کے لیے وسائل بھی فراہم کر دیے تھے۔ وہ ایک زمانے تک سازشے چار سو سال تک عالم اسلام کی سربراہی کرنے والے ملک ترکی میں رہے جس کے قدیم کتب خانے ان کی دلچسپی کا مرکز تھے۔ قسمت کچھ دنوں کے لیے انہیں ملک شام لے گئی جہاں دمشق کی لائبریری سے عزیز ترین کوئی اور جگہ ان کے لیے نہیں تھی اور پھر قندھاری کی کثر شہر میں انہیں علم و ملای آچاکہ قاہرہ پہنچا اور جہاں دارالکتب المصریہ اور ازہر برہمی قدیم لائبریریاں ان کا مرکز توجہ بن گئیں۔ اس لیے علامہ کوثری اپنی کتابوں میں اکثر قلمی نسخوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ جن کتابوں کا حوالہ ان کی تحریر میں موجود ہے ان میں سے کچھ چھپ چکی ہیں، کچھ برقع ہیں اور کچھ کتب اب بھی اہل علم کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ ایسے محقق کی کتاب پر حاشیہ اور اصل مصادر کی طرف رجوع کا پورا حق اس وقت تک ادا نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ انشان قاہرہ و ترکی اور شام کا سفر نہ کرے۔ انہیں نے جب ”حسن الصغریٰ“ کا ترجمہ مکمل کر لیا تو جو کچھ مکتوبہ کتابیں دستیاب تھیں ان کی روشنی میں حواشی، تخریج اور اصل مصادر کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ پھر مصر ارادہ ہوا کہ کم از کم قاہرہ کا سفر ضرور کیا جائے تاکہ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے مگر قاہرہ کی بجائے ہندوستان جانے کا ارادہ بن گیا اور ابھی بھر ہند کے پار بھی نہیں اترنا تھا کہ ہندوستان کے اسی سفر میں کتاب

چھاپنے کی دھن بھی سوار ہو گئی۔ اس درمیان ہمایوں شریف بھی حاضری ہوئی اور کتب خانہ قاری دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ایک بار پھر نہیں لے کتاب کی طباعت مؤخر کرنے کا ارادہ کر لیا کیوں کہ کتب خانہ قاری میں کی قدیم مصادر بالخصوص موفق بنی کی کتاب ”مناقب امام اعظم ابوحنیفہ“ مل گئی۔ انہیں نے یہ کتاب کچھ دنوں کے لیے عمارت لے لی اور کچھ دنوں ہندوستان میں رہنے کے بعد امریکہ واپس چلا آیا۔

اس کے چلتے ہی میرے عائد کر مفرما کی طرف سے فون کی گھنٹی بجتی شروع ہو گئی۔ انہیں نے اسزور حوالوں کی تحقیق کی اور بشمول ”مناقب امام اعظم“ جو مصادر مل سکے اس کی روشنی میں حاشیہ کا کام مکمل کیا۔ اس لیے کتاب کی طباعت میں تاخیر ضرور تھی۔ موجودہ مصادر کی روشنی میں انہیں نے حواشی اور تحقیق کی متعدد ربح و کوشش کی ہے۔ اگر کسی اہم مقام پر کوئی اہم حاشیہ چھوٹ گیا ہو تو یہ مصادر تک میری عدم رسائی کے سبب ہوئے۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی کاپی کر کے کی کوشش کروں گا۔ کتاب کا ترجمہ اور اس کی تحقیق سے متعلق چند باتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

- (۱) تخریر نقلی نہیں بلکہ طبعی اور با محاورہ کیا گیا ہے۔
 - (۲) حتی الامکان متن میں وارد آیات و احادیث کی تخریج و تحقیق کر دی گئی ہے۔
 - (۳) کتبک مسائل کی حاشیہ میں توضیح تخریج بھی کی گئی ہے۔
 - (۴) بعض مقامات پر مؤلف کا حاشیہ موجود تھا، امتیاز کے لیے اشارہ کا نشان لگایا ہے اور بریکٹ میں ”مؤلف“ لکھ کر اس کی تخریج بھی کر دی ہے۔
 - (۵) علامہ سبزوئی نے امام ابو یوسف کے ساتھ دو مشائخ کے ناموں کا تذکرہ کیے بعد دیگرے کیا ہے، میں نے ان ناموں کی گنتی کرنے کے بعد اس کتاب میں اپنی طرف سے ہر ایک اضافہ کیا ہے تاکہ قرآن آسانی کے ساتھ امام ابو یوسف کے ساتھ دو مشائخ کی تعداد مکمل ہو سکے۔
 - (۶) امام ابو یوسف کے مؤلفات پر اصل کتاب کی تعداد کا نمبر بھی اضافہ کیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس معمولی کوشش کے صلہ میں میری ہر عمر والدین اور میرے ساتھ دو مشائخ کی مقظرت فرمائے۔ (آمین)

نہیں اپنے غائبانہ کرم فرما محترم امجد جاوید گولڑوی (انگلینڈ) کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنی ذاتی کتاب بھیج کر مجھے اردو ترجمے کے لیے تیار کیا اور بار بار رون پر اس کی افادیت کا احساس دلا یا یہاں تک کہ کتاب کا ترجمہ مکمل ہو گیا، اگر وہ کتاب نہیں بھیجتے اور بار بار رون پر اس کی افادیت کا احساس نہیں دلاتے تو شاید کتاب کا ترجمہ ممکن نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

استاذ محترم مولانا قاضی فضل احمد مصباحی کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے کیوں کہ کتاب کے بعض جگہ تک اصولی مسائل کی توضیح میں ان سے نہیں نے استفادہ کیا ہے۔ مولانا محمد جلال رضا ازہری کا شکریہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کیوں کہ عربی اشعار کی توضیح اور بعض عبارتوں کی تشریح میں ان سے نہیں نے مدد لی ہے۔

صدق محترم، کرم فرما مولانا اسید الحق قادری بدایونی کا شکریہ بھی ادا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ انہوں نے اپنی انجیری سے ”مناقب امام اعظم ابو حنیفہ“ کا قدیم نسخہ مطبع و مصداق کی تحقیق کے لیے بلا کسی تردد کے حطایا جس سے کتاب کے حاشی میں بڑی مدد ملی اور اپنے صاحب خاص سے کتاب کی سلیک میں بھرپور تعاون کیا جس سے اشاعت کا کام آسان ہو سکا۔ کراچی میں گونا گوں علمی، تدریسی اور ثقافتی مصروفیات کے باوجود ترجمے پر نظر ثانی فرما کر غلطمانہ علمی تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سہولتوں سے مالا مال فرمائے۔

مظفر الاسلام ازہری

اسلامک انکٹیوی آف ڈانڈہ کیرولینا (امریکہ)

۱۸ ستمبر ۲۰۱۱ء

مقدمہ از مؤلف

الحمد لله الذي اعلى منزل الفقهاء وشرف قدرهم تشریفاً بوزان حسانهم للشریعة الفراء، والصلاة والسلام على سيد الانبياء، وسند الاصفياء سيدنا محمد وآله وصحبه البررة الاقليات، والقادة النجباء، أما بعد:

اس رسالے کا نام میں نے ”حسن الشافعی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی“ رکھا ہے، میں نے اس رسالے میں ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جسے امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری بھی طویل القدر شخصیت کے احوال میں نظر انداز کیا جاتا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ مجتہدین کے درمیان امام ابو یوسف ہی ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے عہدِ تدوین میں فقہائے حنابلہ میں علم و عمل کو اس طور پر جمع کیا کہ جن فقہاء مہدی، ہادی اور رشید کے زمانے میں ۳۶۷ھ سے ۳۸۱ھ تک مسلسل منصب القضا پر قابز رہے، فقہا کی اس طویل مدت کو وہ نہایت پاک بازی اور حسن سیرت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ آپ کے فقہا کی ایک اہم خصوصیت جو کسی بھی قاضی کو ضرور نہیں ہوتی یہ تھی کہ آپ پہلی اسلامک اسٹیٹ کے قاضی تھے۔ فقہا کا بڑے سے بڑا مسئلہ آپ نے اپنی چند رائے کی روشنی میں حل کیا جو ان کی اعتدال پسندی اور ممانہ روی کی بھڑکین مثال ہے۔ مشکل ترین مسائل کے حل کے لیے ایسے واضح اصول قائم کیے کہ پورے روئے زمین پر آپ کے بعد آنے والے قاضی بحث و تحقیق میں آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آپ کے مقلد بن جائیں گے بلکہ آپ کے خلاف طریقہ کار سے وہ استفادہ کریں گے کیوں کہ متحدہ آراء کے درمیان آپ نے بڑی ہار کی سے ترجیح دی ہے۔ ادب فقہاء اور

(۱) یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر محمد عمر کی تحقیق کے ساتھ کتب خانہ مفتی عمر سے شائع ہو چکی ہے۔

امام ابو یوسف کا شجرہ نسب اور تاریخ پیدائش کی تحقیق

نسب نامہ: امام د عاقل، مجتہد مطلق، علامہ ابو یوسف یعقوب بن ابی ایوب بن حبیب بن سعد بن بکر بن معاویہ بن قاف بن ثعلب بن سعد بن عبد مناف بن اسد بن محمد بن سعد بن عبد اللہ بن قدار بن معاویہ بن ثعلبہ بن معاویہ بن زید بن العوذ بن نجیلہ انصاری النخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
سعد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ حبیب کے والد محترم ہیں جو جنگ کرنے کے شوق میں غزوہ احد کے روز رافع بن خدیج اور لندن عمر کے ساتھ نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے مگر عمر کم ہونے کی وجہ سے اس جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ معرکہ خندق اور اس کے بعد دیگر معرکوں میں آپ کو شریک ہونے کا موقع ملا مگر عمر کے آخری حصے میں کوئی جا کر آپ کو روکے اور وہیں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ حضرت امیر بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی۔ (۳) آپ کی اولاد کو فہم بن علی منجمی ہی۔
ابن مہاجر نے یہ انتخاب میں نقل کیا ہے کہ:

غزوہ خندق کے روز نبی اکرم ﷺ نے سعد بن حبیب کو دیکھا کہ عمر کم ہونے کے باوجود بڑی بہادری کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہیں تو پوچھا تو جو ان تمہارا نام کیا ہے؟ جواب دیا "سعد بن حبیب" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ تمہارے دادا کو نیک بخت بنائے اور میرے قریب تو آؤ"، آپ نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے آپ کے سر پر اپنا دست شافقت پھیرا۔ (۴)

امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ "نبی اکرم ﷺ کے دست شافقت کی برکت ہمارے

اور یہاں آج بھی محسوس کی جا رہی ہے۔

سرد کو ان حبیبہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حبیبہ بنت خوات بن جبر سے بیٹے ہیں، جبر طویل القدر آدمی سمائی ہیں۔ اس طرح سنائی کے ہم نفس ابن ابی العوام اور حمادی نے ذکر کیا۔ وہابی نے بھی اپنے اس جرم جس میں انہوں نے مناقب ابی یوسف کا بیان کیا ہے ایسا ہی ذکر کیا مگر اس میں طاعت کی غلطی کی وجہ سے جبر کے بجائے جبر ہو گیا ہے۔ ابن عبد البر اور خطیب (۵) نے ابن کثیر پر اس ذکر کے استحکام قبیلہ بنی عوف کے مالک کی بیٹی کا بیٹا قرار دیا ہے، جب کہ ابن کثیر کا نقل احمد و ترمذ ہیں۔ اس روایت کی بنیاد پر یہ لازم آئے گا کہ ابو سعد بخیری اور خوات بن جبر حلیف ہیں اور سعد کی شادی ابی حاتم کی کسی صاحبزادی سے کر دی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہی ابن مبین کی روایت کے مطابق ابو یوسف کے نسب میں غنیمت کا کوئی ذکر نہیں۔ واضح رہے کہ ابن مبین کو اپنے بیٹے کے نسب کا دوسروں کی نسبت زیادہ علم ہے۔ ابن عبد البر نے اس سلسلے میں حمادی پر اس کا دیا ہے جب کہ ان کی روایت مروجہ ہے، کیوں کہ غنیمت حلیف کے بھائی ہیں والد غنیمت لہذا ابن حنیس کا شمار آپ کے چچا کی صف میں ہو گا نہ کہ چچا کی صف میں۔ یہ ابن حنیس کوئی دوسری شخصیت ہیں جن کی طرف زمیندار ہونے کی نسبت "چار سونچس" (یعنی ہدر دیکھے جنس ہی کا بول بالا ہے) کہہ کر کی جاتی ہے۔ یہی ابن مبین، یعقوب بن شیبہ، قاضی دکنی اور ابو القاسم بن عوام نے جب امام ابو یوسف کا ذکر کیا تو نسب میں غنیمت کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ میرے نزدیک یہی سبکی تاریخ ہے کیوں کہ اکثر علماء کی رائے یہی ہے اور آپ کے نسب سے متعلق ان حضرات کا علم بھی زیادہ ہے۔

وہابی اپنے جرم کو جیسے لکھتے ہیں:

"حبیبہ خوات انصاری کی بیٹی ہے اور سعد کا نسب قبیلہ جلیلہ میں جا سکتا ہے۔"

میرا خیال ہے کہ آپ کے نسب سے متعلق اسی قدر تحقیق کافی ہے۔

امام ابو یوسف کی ولادت: امام ابو یوسف کی پیدائش کے بارے میں حمادی سے مروی ہے کہ ۱۱۳ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ اکثر علماء نے اسی کو ذکر کیا ہے مگر مؤرخ خلیفہ ابو القاسم علی بن محمد سنائی (متوفی ۳۹۹ھ) اپنی کتاب "روضة القضاة" جو فقہائے حنفی بڑی مفید کتاب ہے میں لکھتے ہیں:

"ابو یوسف کی جب وفات ہوئی تو علقم اقبال کے پیش نظر آپ کی عمر اس وقت نوایں سال کی تھی۔"

ابن فضل اللہ عمری نے بھی "مسالك الابصار" میں یہی ذکر کیا ہے۔ تقریباً یہی نظریہ "ابصار الاول" اور "روضات الحسانات" کے مصنفین کا بھی لگتا ہے۔ حنفی طور پر ان کی وفات کا سال ۱۸۲ھ ہے لہذا اس بنیاد پر آپ کی تاریخ پیدائش ۹۳ھ ظہریے گی۔ ان دونوں تاریخوں میں واضح فرق نظر آ رہا ہے۔ میرے خیال میں آپ کی تاریخ پیدائش تو ۹۳ھ ہی ہے مگر وہ ۱۱۳ھ اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ بعض قدماء کتب میں یہ تاریخ عدد میں (یعنی ۹۳) لکھی ہوئی ہے، لہذا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ ۹۳ کا رخا غلط ہوئے یا اس کا مٹ جانے کی وجہ سے ایک کے مشابہ ہو گیا اور ۱۱۳ یعنی صحیح صورت میں برقرار رہا، پڑھنے والے اسے ۱۱۳ پڑھنے لگے، مگر تیرہ جہری میں آپ کا پید ہونا بظاہر قرن قیاس میں نہیں معلوم ہو رہا تھا، اس لیے لوگ اسے یہ سمجھنے لگے کہ یہ ایک سو تیرہ جہری ہے۔ ایک سو کو بطور اختصار حذف کر دیا گیا کیوں کہ ایک سو کے بعد کی تاریخ میں عدد کو حذف کر دینے کا رواج تھا۔ اس طرح لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام ابو یوسف کی حقیقی تاریخ پیدائش ایک سو تیرہ ہی ہے اور مورخین نے بھی اسے حقیقی تاریخ پیدائش سمجھ کر نقل کرنا شروع کر دیا۔

میرے نزدیک یہ قیاس اس لیے قوی ہے کہ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن قطلوبغا طبرستانی ۳۳۱ھ نے اپنے بظاہر "سارواہ الکتابہ عن مالک" جو دمشق کے ظاہریہ کے کتب خانے میں موجود نمبر ۹۸ کے تحت موجود ہے اس میں بہت سے حفاظ سے سارواہ موجود ہے (میں ذکر کیا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ہادون نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ابو یوسف انصاری نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے ہے قاضی ابو یوسف نے کہا کہ "اگر لوگوں کی عمر دہائی ہوئی تو وہ دہ سنے کے ایک سو چھانو یعنی مالک کی طرف اپنے مسائل میں رجوع کریں گے۔"

امام ابو یوسف کے اقوال کی روشنی میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام ابو یوسف امام مالک سے عمر میں بڑے تھے یا کم از کم ان کے معاصر ضرور تھے۔ اگر یہ نہ تسلیم کیا جائے تو ابو یوسف کا یہ

قول درست نہیں ہوگا۔ اس قول کی صداقت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امام ابو یوسف کا معاملہ اکثر احوال میں امام مالک کے ساتھ ہم عصر تھے جیسا تھا، مگر یہ بات اس وقت درست ہوگی جب ابو یوسف امام مالک کے ہم عمر ہوں یا ان سے بڑے ہوں اور اسلاف کی تاریخ خیر اُنش میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف پایا جاتا ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ روایت سے متعلق کتابیں کافی بغیر میں ہوتی ہیں۔ واددی (متوفی ۲۰۷ھ) کے قتل امام ابو یوسف کے طبقے میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے ذکر کرے فلم بزرگ کرے کی طرف توجہ کی ہو، جس کی بنیاد پر

(٢) أي هذا الرجل الذي جاءني في المنام في رؤياي الأولى، على ما وصفته في رؤياي الأولى، فقال رسول الله ﷺ: ملائكة رجل من أصحابه فلبس له عمامة من الخبز والأشنة والعنبر المصنوع وسحق في إروقه برك الله لكم خنزير، عني رأسه فجئت بهذا الخنزير به فقلت: «أطابق» وعليها ذكابة وسكر فشرع بكفه «نفس أبيهم فقال رسول الله ﷺ: لا تلتصقوا به لتنهضوا» قالوا: يا رسول الله ﷺ: لو لم نل منه عني الذبابة قال: نعم يا بنيكم عن نهيته الميسر، فلما أرميت فلا، قال: فإني أذهبهم وجائزوه

أ. ب. محمد فكري الخطيب، ٢٠٠٤م، ص ٩٤، جزء ٢، ص ١٢٩.

لہذا مٹی سے اس کو صحت کو طبرانی کے واسطے سے روایت کر کے طبرانی "اس کی سند میں حاتم بن ابی اسحاق ہے۔ حاتم بن ابی اسحاق سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام وہ ہیں جو اس کے ساتھ ہیں، اس کا ذکر نہ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ کے دوسرے راوی "ابو اسحاق" ہیں۔ ابی اسحاق کو طبرانی کے ساتھ معصوم بن حاتم بن ابی اسحاق سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حاتم بن ابی اسحاق ہے۔

ج. محمد الشافعي للطبراني ج ١٢ ص ٢٢٢ ح ١٢٦.

وحلبة الأوبيا، لا يسع المجال هنا لذكرها.

انھیں نے یہ یاد دلا کر کہ "یہ حدیث بخاری میں ہے اور اسے یہ کہیں کہ جلالہ اور سے روایت کرنے میں مسطور ہیں" ص ۹۹ میں روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہا "یہ حدیث بخاری میں روایت ہے اور فریب سے ہم نے اس کی روایت علامہ ابن ماجہ سے نقل کی ہے۔"

٥٠: ميزان الاعتدال للشمس ١٢٨٤ هـ.

امام اہلسننے عالم دینی فی الدیلم کے نزدیک سے حدیث کا کلاں مل سکے لاجہوں نقل کر کے کہا "عازم سے حصہ بن سلیمان انفرادی نے روایت کی ہے اور یہ حدیث جبرائی کی تعمیر اوسط میں ہے، لیکن بخاری نے موضوعات میں اس پر حکام کی ہے کیوں کہ عازم اور عازم و عازم ہیں۔"

زیشان المیزان لایز: جلد ۲۲، شماره ۱، زمستان ۱۳۸۸

حافظ ابن حجر نے بھی اسی بات کی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا کہ اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ (جیسا اٹھائے گئے موطا)

اس طبقے کی تاریخ و وفات اور ج کرنے میں کم لگلی واقع ہوئی اور جب کہ تاریخ پیدائش کا معاملہ اس کے برخلاف ہے کیوں کہ اس زمانے میں یہ مورخین موجود ہی نہیں تھے۔

اس بحث سے متعلق میرے اوپر بھی توجہ مبکشف ہوئی، قارئین کا دل جس رائے سے مطمئن ہوگا وہ اس پر اعتماد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے حق میں کسی اور شخص کے حق میں دیکھ کر کہے کہ یہ شخص مجھے دیکھ کر کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے تو اس کو دیکھ کر کہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

ایک صاحبِ دل اور دایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "میں منہ نے اس روایت کو عصر کے حوالے سے نقل کیا ہے، لیکن یہاں کے شیخ غیر صرف ہیں، "آگاہی بات ہے جو اس زمانہ میں ہے۔"

الحمد لله رب العالمين

[illegible]

الكتاب المصنوع على نسبه علي بن ابي طالب -

سچائی نے بھی لکنا چھوڑی کی مراد طاقت کی ہے۔

فقہ حنفی کے نزدیک اس حدیث میں حاکم اور ملائکہ کی جہالت کی وجہ سے ضعیف خلیفہ ہے، کیوں کہ انکی جہالت کی وجہ سے انکو دھوکہ دیا گیا کہ انکو خلافت کا حق ہے۔

کیا ہے اور ابو یوسف دائیں اپنی لٹلی کے بائیں پیش آنے والے سستے کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ کی بیٹی کی شادی کے موقع پر خرمرہا گیا تو پھنپنے والوں میں ابو یوسف بھی شریک تھے، ابن ابی لیلیٰ نے ابو یوسف کو منع کرتے ہوئے کہا کہ لوٹ کر خرمرہ لینا مکروہ ہے، ابو یوسف نے کہا ایسا کرنا لشکریوں کے لیے مکروہ تو ہے مگر مشاہدوں میں کچھ حرج نہیں، ابو یوسف کہتے ہیں کہ یہ بات ان کو نہ کارگر گزری اور میں ابو یوسف کا پاس جا نہ لگا۔

معلوم ہوا کہ ابن ابی لیلیٰ کو اس خرمرہ لینے کی نئی کے مورد کا پتہ نہیں تھا۔ یوں بھی انسان غلط رویہ ن کا مجموعہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ کچھ چیزیں اہلک میں حلال دی گئیں، لوگ اس کو لینے سے گریز کرنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ لوٹ کر کیوں نہیں لینے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہی تو اس طریقے پر لینے سے منع فرمایا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "میں نے لشکریوں کو لوٹ کھسوٹ کر لینے سے منع کیا ہے، لہذا مجاہد لشکر سے ہوئے سامان کو لے لو۔" (۶)

خطیب نے علی بن حنظلہ بھی کے طریقے سے ابو یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا میں علم حدیث اور فقہ حاصل کرنے میں مصروف تھا مگر میرے حالات اچھے نہیں تھے، ایک روز میں ابو یوسف کے پاس تھا کہ میرے والد آئے تو میں ان کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھ سے کہا "بیٹے ابو یوسف کے ساتھ زیادہ تعلق نہ بنانا کیوں کہ ان کے معاشی حالات اچھے ہیں، اور تمہیں تو فکر معاش کی سخت ضرورت ہے" ابو یوسف کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں اپنے والد کی نصیحت پر عمل کرنے لگا اور بہت زیادہ طلب علمی لگ کر نہیں کرتا۔

چند روز میں ابو یوسف کے پاس نہیں گیا تو وہ میرے ہارے میں پوچھنے لگے، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے جانا پڑے۔ چنانچہ اس اطلاع کے بعد پہلی مرتبہ جب میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے اسٹنٹوں تک غائب رہنے کی وجہ پوچھی، میں نے ان سے کہا کہ "کچھ تو معاش کی فکر تھی اور کچھ اپنے والد کی فرمائیں برداری" اس کے بعد میں بیچ رہا، مگر ختم ہوئی سب لوگ بچے گئے تو انہوں نے مجھے ایک تھیلا دیا اور کہا "اس سے اپنی ضرورت پوری کرتے رہنا" ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا تو اس میں ایک سو درہم تھے، پھر ابو یوسف نے کہا درہم میں آتے رہنا اور جب یہ درہم ختم ہو جائیں تو مجھے بتا دینا (۷) انہیں ان کی مجلس میں بندگی کے ساتھ جانے لگا، چند ہی دن گزرے تھے کہ انہوں نے سو درہم اور دیے اور تاکید کی کہ ختم ہو جانے پر بتا دینا، مگر میں نے کبھی بھی ان کو اس کی اطلاع نہیں دی اس کے باوجود ایسا لگتا تھا کہ کوئی انہیں میرے درہم ختم ہونے کا پتہ بتا دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ مجھے حریص دیتے ہیں، اسی طرح ان کی کتابوں کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ میں مال دار ہو گیا اور مجھے دب فکر معاش کی ضرورت نہیں رہی۔

خطیب نے اس واقعے کے بعد کہا کہ

(۵) مناقب الامام عبد بن حنظلہ، ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳

کہتے ہیں کہ ابو یوسف ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا، پھر اس کے بعد اپنی سند سے ان کی والدہ کے متعلق بیان کیا کہ انہوں نے ابو یوسف کو ایک زوجی کے حوالے کر دیا، وہاں سے وہ ابھر گئے کہ ابو یوسف کے پاس آ گئے، ان کی ماں نے ان کی شکایت کی، ابو یوسف نے ان سے کہا "تمہارا بچا پیٹے کے تیل سے لادو وہ کھانے کا طریقہ دیکھ رہا ہے" (ابو یوسف نے جیسا کہا وہی ہوا کیوں کہ) ابو یوسف نے اسے رشید کے دسترخوان پر کھایا تھا۔

خطیب کی اس روایت کی کوئی حقیقت نہیں کیوں کہ اس کی سند میں "شعباء، منصور" (۸) کا مصنف قادی محمد بن زیاد قاضی مسند ہے اور یہ مضبوط گواہ ہے۔ جہاں تک ابو عمروانی کے راوی مذکور کی تعریف کا سول ہے تو ان کو اس کے انوار کا پتہ ہی نہیں تھا کیوں کہ ان کا گھر مشرقی حادوں سے بہت دور تھا۔ اس سلسلے میں اس سے پہلی والی ہی روایت پر اعتماد کیا جائے گا کیوں کہ اس کی سند میں کسی راوی پر شک نہیں مگر اس روایت کے آخر کے الفاظ خطیب نے حذف کر دیے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں:

(۱۳) اب الحسین بن علی المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔ ماکم سے اس حدیث کی ترویج کے بعد کہا "نہیں کی شہرہ یا سنگی ہے مگر انہوں نے ترویج نہیں کی۔"

اب مصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔ ابھی سے حدیث ذکر کر کے ابھی کہنا اس حدیث کو برے علماء بطرائی سے اس میں غلطی اور کیر میں متعدد روایت کی ہے، اور کسی حدیث میں محمد بن ابی ہریرہ کی شہرہ کی چیز مگر انہوں نے اس کی غیبت میں اختلاف کیا چند گھڑی کہ ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔

اب مصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔ ماکم ج ۳ ص ۳۵۹۔

(۱۴) اب الاستیعاب ج ۳ ص ۹۹

اب المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔

اب طبقات الذہبی ج ۳ ص ۳۳۳

اب المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔

اب مصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔ ابھی سے کہ "طرائی نے اس حدیث کی ترویج کی اس کے تمام راویوں کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔"

جب میں مال دار ہو گیا تو ابو یوسف کی مجلس میں پابندی کے ساتھ جانے لگا، اندھا نئی نے ان کی برکت اور ایک نیک کی وجہ سے مال و دولت کے ساتھ ساتھ علم و فضل کا بھی اروزانہ کھول دیا، اللہ ان کو اس عمل کی جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

اس بار سے میں کئی روایتیں ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ اس قصے کا حقیقہ امام ابو یوسف کے وہد سے ہے ان کی والدہ سے نہیں۔ اس کی تائید عارفی کے یہاں موجود حسن بن ابی ہاشم، عبدالحمید عارفی کی ابو یوسف سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے، مزید تحقیق کے لیے مولف خواہزی کی کتاب (مناقب امام اعظم ابو یوسف) کا مطالعہ مفید ہوگا، انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ان روایتوں کا ذکر کیا ہے۔

امام ابو یوسف امام ابو یوسف کے درس میں بڑی پابندی کے ساتھ پایا کرتے تھے حتیٰ کہ گھر میں قندار نے شاعر بن قنبل سے روایت کی کہ انہوں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا، اس کے کفن و دفن کا معاملہ میں نے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر چھوڑ دیا، میں اس خوف سے اس کی تدفین میں شریک نہیں ہوا کہ کہیں ابو یوسف کی کوئی بات سننے سے میں چھپتے نہ رہ جاؤں جس کا نتیجہ ہے۔ بعد میں مجھے پتہ چلتا ہے کہ (۹)

عہد میں ممتاز ذہنی، ابی اسحاق بن ابی اسیر تیل سے روایت کی، انہوں نے حسان بن ابی ریم انہوں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ

ابو یوسف جتنا زیادہ میرے ساتھ رہا، اتنا ہی گھر میں پابندی کے ساتھ رہا، اور ان کا دعائی بھی اپنے اہل بیت کی طرح آخر وقت تک میرے ساتھ رہے تو لوگ ان سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ (۱۰)

(۱۱) اب المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔

اب المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔

اب المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔

(۱۲) اب المصنف ج ۳ ص ۳۵۹۔

قاضی ابویوسف ابن ابی حنیفہ اور ابویوسف کا بہت زیادہ ادب و احترام کیا کرتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ وہ علم و فضل میں بڑے بہت بڑے تھے۔

اسلامی ملکوں میں کوفہ کی اہمیت اور امام ابویوسف کی علمی نشوونما

جب حریق فتنے ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا خاص خیال رکھنے لگے، چنانچہ ۱۷۱ھ میں آپ نے کوفہ بسایا۔ متعدد قبائل کے رہنے کا انتظام کیا، بڑے بڑے صحابہ کو وہاں کوچ کرنے کا حکم دیا۔ خاص طور پر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ابن ام عابد سے مشہور ہیں) کو قرآن اور کوفہ کی تعلیم دینے کے لیے کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو یہ کہلی بھیجا کہ

”میں نے آپ کے پاس ابن مسعود کو بھیج کر اپنے اوپر تمہیں ترجیح دی ہے۔“ (۱۱)

حضرت عمر کا یہ ارشاد بتا رہا ہے کہ ابن مسعود کو علم میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی حتیٰ کہ ظلیہ وقت حضرت عمر بھی ان کے علم سے بے نیاز نہیں تھے۔ ابن مسعود کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو قرآن کو اتارنا ہو اور پکڑنا چاہے وہ ابن ام عبد کی قرات پڑھے۔“ (۱۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے

”میں نے اپنی امت کے لیے اس چیز کو پسند کیا جس کو ابن ام عابد نے پسند کیا۔“ (۱۳)

حضرت عمر نے فرمایا:

”علم و فضل سے میرے بڑے بہترن کا نام ابن مسعود ہے۔“ (۱۴)

غرض یہ کہ حضرت ابن مسعود کے علمی فہم اور فقہی مہارت سے حدیث کی کنجیں بھری پڑی ہیں۔ ان جیسے عظیم القدر صحابی نے اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کی باگ ڈور حضرت عمر کے

(۱۱) مسند احمد، ج ۱، ص ۵۴۳۔ کتاب میں جس حدیث میں اس قرات ہے، وہ صحابہ میں احمد ما لافہ الا شریک فلانہ ابی حنیفہ، وہاں بالکوفہ لافانہ معجوز اور صورت اس طرح ہے، عارضہا میں احمد الا بالاملاہ

لئے نہیں کہیں کہ انہوں نے ہمیں کھنے کی اجازت نہیں دی۔ اس مدت میں ہم نے کوئی شے کوئی ایسا نہیں دیکھا جو روایت حدیث کے معاملہ میں قائل ہو۔ (ع۱)

کوئی میں طلاق اور فری اس وجہ کثرت تھی کہ امام بخاری نے اس شہر کا سفر بے شمار مرتب کیا چنانچہ متعدد مالک کے سفر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ ”کوئی کا سفر میں نے بے شمار مرتب کیا۔“
ذکر وہ باتوں سے کوئی کلمہ حدیث، اہل بیت اور قرأت میں برتری کا بخاری اعجاز وہاں ہے اور یہ کہ وہ سارے علوم جماعت در جماعت کی شکل میں منتقل ہوتے رہے۔ کوئی کے اسی ماحول میں ایک لفظی کہتی تھی جو چالیس میل القدر علم پر مشتمل تھی جس کے سربراہ امام ابو حنیفہ تھے جو دکان کی چھان چھنگ کر لینے اور مسائل کی اچھی طرح تحقیق کر لینے کے بعد وہاں کا حکم فرماتے تھے۔ ابن ابی اسحاق فرماتے ہیں:

مجھ سے ملنا وہی نے بیان کیا کہ انہوں نے ابن ابی ذر کو لکھا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نوح ابوسفیان نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ بن حمرہ نے کہا کہ ابو حنیفہ کے جن اصحاب نے ان کے کتابوں کی تدوین کی ان میں چالیس بڑے بڑے علماء تھے۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

مجھ سے ملنا وہی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن ابی ثور سے عسی کو لکھا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن عمران نے بیان کیا، یا اسد بن فرات نے وہ کہتے ہیں کہ ”ابو حنیفہ کے جن اصحاب نے کتابوں کی تدوین کا کام انجام دیا وہ چالیس علماء تھے، ان میں دس علماء اعلیٰ صنف میں رہا کرتے تھے اور ان دس میں چوبیس پیش رہا کرتے تھے ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ ابو یوسف ۲۔ زفر بن ہذیل ۳۔ زاہد طائی ۴۔ اسد بن عمر ۵۔ یوسف بن خالد سنی (شوافع کے ایک شیخ) ۶۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ آپ تیس سال تک امام کے لیے لکھتے رہے۔

اسی سند مذکور کے حوالے سے اسد بن فرات کہتے ہیں کہ اسد بن عمرو نے مجھ سے کہا۔ لوگ ابو حنیفہ سے مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو ان کے ساتھ وہ میں سے کوئی کچھ جواب دیتا تو کسی کچھ جواب دیتا یہ سارے جواب ابو حنیفہ کی خدمت میں پیش کیے جاتے، پھر آپ جواب طلب کرتے تو جو لوگ سب سے قریب ہوتے ان کی طرف سے جواب آتا، کسی کسی مسئلے پر یہ لوگ جن جن دن تک بحث و مباحثہ کرتے رہتے، پھر اسے دیوان میں لکھ بند کیا جاتا۔

مصر کے اسحاق بن ابراہیم کے حوالے سے ذکر کیا وہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے اصحاب جب کسی مسئلے میں غور و فکر کرتے اور ان میں عافیہ بن یزید موجود نہ ہوتے تو کہتے ”ابھی مسئلہ کو میرے پاس نہ لاء، جب عافیہ آجائے تو ابو حنیفہ مسئلے پر بحث کے لیے کہتے اور اگر ان کی (عافیہ کی) موافقت ہوتی تو دیوان میں لکھنے کی اجازت دے دیتے ورنہ دیوان میں لکھنے سے منع کرتے۔ (۱۸)

”معرفة الناصح والعلل“ میں یحییٰ بن معین نے فضل بن ذکین سے روایت کی، وہ کہتے ہیں:

ہم لوگ ابو حنیفہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور ہم سے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن حسن بھی ہوتے، پھر ابو حنیفہ کے حوالے سے ہم لوگ مسائل لکھ لیا کرتے، ایک دن ابو حنیفہ نے ابو یوسف سے کہا ”اے یعقوب براہو تمہارا مجھ سے کئی ہوئی تمام باتوں کو مت لکھ کر، کیوں کہ کسی مسئلے سے حقیقی میری رائے آج تکہ ہوتی ہے اور کل کچھ ابھرنے لگا کچھ ہوتا ہوں اور دوسرے دن کچھ۔ (۱۹)

غور کرنے کا مقام ہے کہ امام ابو حنیفہ مسائل کی تدوین میں کتنے غور و فکر سے کام لیا کرتے

تھے کہ اگر کوئی ان کے اصحاب میں جلد بازی سے کسی مسئلے کو لکھنے کی کوشش کرتا تو فوراً اسے منع کرتے۔ ان واقعات میں اگر آپ غور کریں تو متوفی کی (۲۰) نے جو کچھ کہا ہے اس کی تائید ہوتی ہے کہ

ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کی بنا شریعت پر رکھی ہے، نہ بدعتی اپنی رائے کو توسیع کی کوشش بھی نہیں کی، وہ چاہتے تھے کہ دین کے معاملے میں خوب اجتہاد کر لیا جائے اور اللہ رسول و مومنین سے متعلق نصیحت میں خوب غور و فکر کر لیا جائے، یہی وجہ تھی کہ وہ ایک ایک مسئلے کو اپنے اصحاب کے چنگ چوڑی کرتے، ان سے اس کا جواب سننے، ملنا جواب نہیں تاتے، ایک ایک مجاہد یا اس سے بھی زیادہ اس مسئلے پر متعلقہ و مباحثہ کرتے رہتے پھر جا کر کسی ایک قول پر اتفاق ہوتا اور ابو حنیفہ اسے اصول میں لکھ لیتے اور پھر وہی آخری اصول بن جاتا۔ مذہب ابو حنیفہ (جو شرف مذہب ہے) اور مسائل میں جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے (سے متعلق کئی بات زیادہ بہتر، حق سے زیادہ قریب اور لوگوں کے لیے مطمئن ان کا باعث بھی ہے۔

عام طور پر امام ابو حنیفہ کا تقدس میں طریقہ کار یہ تھا کہ جب اپنے اصحاب سے کسی مسئلے کا ذکر کرتے تو اس میں ایک احتمال کا ذکر کرتے اور اس کو پوری قوت کے ساتھ تمام طرح کے دلائل سے مبرہن کرتے پھر اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ آپ کے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل موجود ہے؟ جب کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی اور دیکھتے کہ سب لوگ ان کی دلیل سے اتفاق کرتے ہیں تو خود اس میں نیا احتمال پیش کرتے اور پہلے احتمال کو رد کرتے یہاں تک کہ سامعین ان کی اس رائے سے متفق ہو جاتے، پھر اصحاب سے پوچھتے اس میں اگر کوئی احتمال ہوتا تو بتائیں، جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملتا تو پھر خود ہی تیسرا احتمال بتاتے اور اس کے دلائل کی توضیح بھی کرتے، پہلے کی طرح جب سب لوگ اس آخری رائے سے متفق ہو جاتے تو اصحاب سے احتمال

طلب کرتے، ان کی طرف سے کوئی احتمال نہیں ہوتا تو پھر نیا احتمال لاتے، اس طرح پھر خود ہی کسی ایک رائے کو دلائل کی روشنی میں راجح قرار دیتے۔ امام ابو حنیفہ کا اپنے اصحاب کو تقدس کی تعلیم دینے میں یہ امتیازی طریقہ تھا جو دیگر مذاہب میں نہیں ملتا ہے۔ نہیں نے اس طریقے کی مزید تحریر اپنی کتاب "نصاب الخطب" (۲۱) ص ۱۴۸ میں کی ہے۔

امام ابو حنیفہ کی نشوونما ایسے ماحول میں ہوئی جس کی تعلیمی سرپرستی امام ابو حنیفہ جیسے اے محفل خیر کیا کرتا تھا، جس کا نتیجہ تھا کہ ان کا ذہن مضبوط ہو گیا، نفسی افق کشادہ ہو گیا، اور علم، فضل اور کارناموں میں اپنی مثال آپ ہو گئے۔

جب کہ امام ابو حنیفہ کے دوسرے شیخ یعنی محمد بن ابی بکر نقشبندی نے اپنے ساتھ تمام کتب کی بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ اموی اور عباسی عہد میں منصب قضا پر فائز رہے، وہ اپنی قضائیں دو اہم فقہیوں علی بن ابی طالب اور قاضی شریعت (جنہوں نے حضرت عمر کے زمانے سے لے کر حاج بن حنیفہ کے زمانے تک قضا کا کام انجام دیا تھا) کی قضائے مستفید ہوتے رہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ نے اپنے شیخ ابن ابی بکر سے بھی احکام فقہ میں خوب استفادہ کیا، خلاصہ یہ کہ علم کے تمام دروازے امام ابو حنیفہ کے لیے کھلے تھے اور تمام راہیں ان کے لیے

کے پاس جاتے تو چپاس ساتھ حدیثیں ایک مرتبہ میں یاد کر لیتے اور جب اس محدث کی درسگاہ سے نکلے تو وہ حدیثیں لوگوں کو اپنی یادداشت سے لکھا دیتے تھے۔ ان کے پاس حدیث کا ذخیرہ تھا۔ (۲۲)

لیکھ اسی واقعے کو ابن جریر نے ”دلیل السندس“ میں بھی ذکر کیا ہے۔ مہری نے اپنی کتاب ”اصول اسی حیدہ و صحابہ“ میں اپنی سند سے حسن بن زیاد کے حوالے سے ذکر کیا کہ ان کا بیان ہے:

ہم ابو یوسف کے ساتھ حج کرنے گئے راستے میں ان کی طبیعت خراب ہوگئی تو ہم لوگ بزمیون کے پاس غمرہ سے، سفیان ابن عیینہ کو ان کے بارے میں پتہ چلا تو وہ ان کی میوت کے لیے آئے۔ ابو یوسف نے ہم لوگوں سے کہا کہ ابو یوسف سے حدیثیں روایت کرو۔ اسی کے ساتھ ہی ابن عیینہ نے ہم سے چالیس حدیثیں بیان کیں، جب وہ جانے لگے تو ابو یوسف نے ہم سے کہا: ”ابن عیینہ نے جو کچھ تم سے بیان کیا مجھ سے کن لو“ پھر ہم نے دیکھا کہ سفر کی ٹھکان، مصلات، ضعف و ناتوانی اور کبرئی کے باوجود انہوں نے وہ چالیس حدیثیں اپنی یادداشت سے ہمارے سامنے بیان کر لیں۔ (۲۳)

موفق کی اپنی سند سے حسن بن ابی مالک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابو یوسف کے پاس فقہ سے متعلق ان حدیثوں کی روایت کے لیے

(۲۲) پہلے مکہ کا ماضی (۲) حدیث حسن (۳) ابن ابی رزین دار طلی و غیرہ نے مسند ابی داؤد کے متن کا مسند مسند روایت کی ہے، چنانچہ طریق ہونے کی بنا پر اس کی تصحیح ہو گئی ہے۔

مسند ابن جریر، ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴

لوگ حلقہ نویمیت کے مسئلہ دریافت کرتے، ابو یوسف اپنی خداوندانیت کی بنیاد پر ایسا جواب دیتے کہ ان کے معاصر علامہ جواب سن کر حیران رہ جاتے۔ ان سب کے علاوہ ان کی اہم غریبی یہ بھی تھی کہ وہ دین اور مذہب میں پختہ اور راسخ العقیدہ تھے۔ مگر تم لوگوں کو اعتراض ہے تو ان کی طرح کوئی دوسرا عام باب (۲۵)

امام ابو یوسف کے یہ ایسے جامع علمی اوصاف ہیں جن کا بیان امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید نے کیا ہے۔ سداؤ دین و رشید سمجھتے ہیں کہ:

ابو حنیفہ کا ابو یوسف کے علاوہ کوئی اور شخص گرد نہ بھی ہوتا تو بھی لوگوں پر غرر کرنے کے لیے ابو یوسف کافی تھے۔ میں نے تو ابو یوسف کو دیکھا کہ جب بھی وہ کسی علمی مسئلے میں ہات کرتے تو ایسا گفتا کہ سنو رہے سو فی الحال کر نکھیر رہے ہیں مسئلہ صمدی حدیث کا ہوتا یا علم کلام کا، فقہ کا یا کسی اور باب کا ان سب کو نہایت آسان اور مکمل اسلوب میں بیان کرتے چلے جاتے، ان کے لیے کچھ بھی دشوار یاں نہیں ہوتیں۔ (۲۶)

ہلال ابن یحییٰ بصری جو ہلال المرائے سے معروف ہیں کہتے ہیں کہ ابو یوسف فقیر، سفارزی اور ایام عرب کے علاوہ جن علوم کے حافظ تھے ان میں ایک علم فقہ بھی ہے۔

یعنی علم فقہ بھی انہیں دیگر علوم کی طرح اذیت تھا۔

ذہبی کی روایت کے مطابق یحییٰ بن خالد کہتے ہیں کہ:

ابو یوسف ہمارے پاس آئے تو ہمیں نے اپنے فقہ سے دشمنی اسلحہ کو بھرا دیا۔

یحییٰ بن مہین کہتے ہیں کہ:

اصحاب رائے کے علاوہ میں ابو یوسف سے زیادہ کسی کو بھی علم حدیث میں

الاجتہاد، حفظ اور اس میں تبحر پایا۔

نحیک بنی روایت ابن ابی اسحاق نے بھی طحاوی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔

علامہ ابنی نے امام ابو یوسف کا ذکر حفاظ حدیث کے ذیل میں کیا ہے اور ایک خاص جز بھی ان کے مناقب میں تالیف کیا ہے، یہ مطبوعہ بھی ہے۔ (۲۷)

مصری طحاوی کے طریقے سے روایت کرتے ہیں کہ:

امام ابو یوسف ایک مرتبہ کوئٹہ کے قاضی قباچ بن ارقطہ کے پاس گئے تو باعدی کے جنین کی قیمت کے بارے میں پوچھا، قباچ نے کہا: "اس کی قیمت اس کی ماں کی قیمت کا نصف والی حصہ ہونا چاہیے" امام ابو یوسف نے کہا: "کیا ایسا نہیں ہے کہ آزاد عورت کا جنین جب کسی چھٹ یا دہریہ سے مرد پیدا ہوتا ہے تو اس کی قیمت عشر ہوتی ہے اور اگر زندہ پیدا ہو پھر مر جائے تو اس کے عوض دیت دی جاتی ہے؟" قباچ نے کہا: "ہاں ایسا ہی ہے" امام ابو یوسف نے کہا: "آپ نے تو مساحدالت دیا" قباچ نے کہا: "وہ کیسے؟" ابو یوسف نے کہا: "بانی کا جنین اگر مرد پیدا ہوا تو آپ کی تخریج کے مطابق اس کی قیمت زندہ پیدا ہو کر مر جانے سے زیادہ ہوگی، کیوں کہ جنین ہے کہ زندہ پیدا ہونے کی صورت میں اس کی قیمت دوسرے ہوا اور اس کی ماں کی قیمت سو درہم" قباچ نے کہا: "برخوردار اگر آپ کی بات سچ ہے تو براے کر تم لوگوں کے سامنے جان مت کیجیے گا۔" (۲۸)

مصری طحاوی سند سے بیان کرتے ہیں کہ:

ابو یوسف نے ایک مرتبہ ربیعہ النرانی (جو امام مالک کے شاگرد تھے) سے پوچھا کہ اس مسئلے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ ایک غلام وہ شخصوں کے درمیان مشترک ہو، ایک نے آزاد کر دیا تو کیا اس کا نفع ہوگا؟ ربیعہ نے کہا یہ جائز نہیں کیوں کہ اس میں ضرر ہے اور حدیث میں آیا کہ اسلام میں کسی قسم کی کوئی تکلیف کسی کو دینا جائز نہیں۔ (۲۹) ابو یوسف نے کہا: اگر دوسرے نے

بھی آزاد کر دیا تو پھر کیا حکم ہوگا؟ رسید نے کہا جائز ہو جائے گا ابو یوسف نے کہا آپ کا قول نہیں نہیں اپناؤں گا کیوں کہ اگر پہلے کا آزاد کرتے جائز نہیں تو اس کلام کا اعتبار ہی نہیں ہوا۔ پھر حسن کا نظاؤ بھی نہیں ہوگا، جب دوسرے نے آزاد کیا تو بھی وہ غلام تھا، لہذا اب بھی آزاد نہیں ہوگا، اس تو جھجھک پر ہیں۔ خاصوں ہو گئے۔

معاوی نے بھی اس واقعے کو لاہن ابن ابی عمران، من ابن سہارن ابی یوسف، یحییٰ بن یوسف، نہیں اسی قدر پرست کرنا ہوگا کیونکہ امام ابو یوسف کی ذہانت اور قوت حافظہ کے لیے یہی چند واقعات کافی ہیں۔

حدیث اور فقہ میں امام ابو یوسف کے مشائخ

امام ابو یوسف نے قضا کے احکام و مسائل کا جتنی محمد بن ابی لیلیٰ سے حاصل کیے۔ علم حدیث اور فقہ میں مہارت کے لیے امام ابو یوسف کی درس گاہ کا رخ کیا۔ ان دونوں ہی اماموں کی درس گاہ سے امام ابو یوسف نے فقہ اور ادب شریعہ میں مہارت حاصل کی۔ امام ابو یوسف اپنے ان دونوں استاد کا بہت ادب بجالایا کرتے تھے۔ ان کے علم کی شروا و اشاعت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ احمد بن حنبل بن ابی مالک اپنے والد محمد کے حوالے سے امام ابو یوسف سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہی نہ ہوتا۔ (۳۰)

ابن عساکر کی یہ بات تو غلط پہنچی ہے، اس سے خواہم امام ابو یوسف کو بھی اتفاق نہیں ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ متعدد دونوں امام نہ ہوتے تو ابو یوسف کی خود یہ حیثیت نہ ہوتی۔ خواہم امام ابو یوسف کا قول سنا ہے مجھری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ

دنیا کی جن مجلسوں میں میں نہیں بیٹھا ہوں ان میں ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ پسندیدہ مجلس میرے نزدیک اور کوئی نہیں، کیوں کہ ابو یوسف بڑا فقیہ میں کس در کو نہیں پاتا ہوں اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا خاصی میری نظر میں کوئی اور نہیں۔ (۳۱)

تجرباں ابو یوسف ان دونوں کے بڑے سعادت مند شاگرد تھے۔ ان کے علم و فضل کی ترویج و اشاعت میں لگے رہتے تھے۔ اور ان دونوں کے لیے دعا بھی کیا کرتے تھے۔ بلکہ امام ابو یوسف کی ہی ایک روایت کے مطابق ہر نماز کے بعد اپنے والدین سے پہلے امام ابو یوسف کی

بن سعید (۷۷) محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) (۷۸) محمد بن ابی حمزہ (۷۹) محمد بن سائب
کلبی (۸۰) محمد بن سالم (۸۱) محمد بن علی (۸۲) محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن شعیب (۸۳) محمد بن
عبید اللہ عریزی (۸۴) محمد بن عمرو بن علقمہ (۸۵) مسمر بن کدام (۸۶) مسلم زہری (۸۷) سہیل بن خلیفہ (۹۲)
بن طریف (۸۸) یزید بن مسهر (۸۹) صفیہ بن مسلم (۹۰) منصور بن مسهر (۹۱) سہیل بن خلیفہ (۹۲)
مسمر بن عبد (۹۳) قاضی مولیٰ بن عمر (۹۴) نصر بن طریف (۹۵) ابن ابی سہیب (۹۶)
نعمان بن ثابت (۹۷) ورقہ انسری (۹۸) ولید بن یسعی (۹۹) بشام بن عمرو (۱۰۰) بشام بن
سعید (۱۰۱) یحییٰ بن ابی حمزہ (۱۰۲) یحییٰ بن سعید انساری (۱۰۳) یحییٰ بن عبد اللہ جمہلی (۱۰۴) یحییٰ
بن عمرو بن سلمہ (۱۰۵) یزید ابو خالد (۱۰۶) یزید بن ابی زید (۱۰۷) یونس بن ابی اسحاق۔

ان کے علاوہ اور بھی درجنوں ایسے مشائخ ہیں جن کا تعلق عراق، حجاز، مقدس اور دیگر ملکوں
سے ہے ان میں بعض ایسے ہیں جن پر بعض فقہاء نے ضعف کا حکم لگایا ہے مگر علم رجال سے متعلق
فقہاء کا خالص یہ ہے جس کے ذریعہ وہ ان کی روایتوں کو پرکھتے ہیں وہ مستند دین اہل جنت کی
نچ پر نہیں پڑتے اور نہ ہی محض کسی روایت سے متعلق کسی کے کام کی غیور پائی کی جرت کرتے ہیں
خاص طور پر ایسی شخصیات پر کام کرنے میں شامل سے کام لیتے ہیں جن کے ساتھ ان کا اعتقاد درست
ہوتا تھا، جنہیں وہ قریب سے جانتے تھے اور جن کے حالات زندگی کا انہوں نے مطالعہ کیا تھا۔

(۳۳) عبد اللہ بن ابی امامہ شافعی ہے۔ انیسویں امام محمد بن الحسن بن یحییٰ بن ابی نعیم بن عبد
اللہ بن قیس بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابی النبی یحییٰ بن خالد الوہابی لحدیث کلحیدہ النسب لا
یباع ولا یورث (مسند امام شافعی ج ۱ ص ۳۳۸ کتاب آدم بن محمد ص ۱۵۵ ج ۱ ص ۱۸۵)

”وادیہ شافعی نے کی طرف تکیہ کرنا ہے کہ صحیح اسکا ہے اور نہ ہی اسکا ہے۔ ۱۰۷۸ میں وہاں نے یحییٰ بن ابی
یحییٰ (۱۵۳) سے امام ابو یوسف کے واسطے سے اس حدیث کی کڑی کی ہے اور اسکا کہنے مستدرک میں
شامل ہے اسے اس حدیث کی کڑی کی اور کہا ”یہ حدیث حدیث کے اعتبار سے صحیح ہے مگر امام بخاری
مسلم نے اس کی کڑی نہیں کی“ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹) صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۹

امام ابو یوسف کا تعلیم و تعلم سے شغف اور طلبہ کے ساتھ شفقت

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں زفر ابو یوسف کے پاس علم فقہ حاصل کرنے جایا کرتا
تھا ابو یوسف فقہ پڑھانے میں زفر سے زیادہ مہارت رکھتے تھے میں جب کسی مسئلے سے متعلق
بیٹھاں ہو جاتا تو پہلے زفر سے پوچھتا وہ اس کی توضیح کرتے تھے مگر میری سمجھ میں نہ ہوتی
تھی وہ جب میں ان سے بار بار پوچھتا تو سمجھلا کر کہتے ”تمہارے اندر صلاحیت ہی نہیں ہے میرا
دل ہے کہ تم بھی کچھ کامیاب نہیں ہو گے“ میں ان کے پاس سے افسردہ گل جاتا اور ابو یوسف
کے پاس آتا وہ مسئلے کی توضیح کرتے اگر مجھے سمجھ میں نہیں آتا تو کہتے ”تمہارا آرام کرو“ پھر
مجھے کیا اب بھی کچھ واضح نہیں ہوا؟ میں کہتا کچھ تو سمجھ میں آسکا ہے یا اور بات ہے کہ چوری
کرن سمجھ میں نہیں آسکا ابو یوسف کہتے ”کوئی بات نہیں تم بہت جلد اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے مگر کرو
ایسا دل چاہیے کہ تمہیں وہ دل جائے گا جو تم چاہتے ہو۔“

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں ابو یوسف کے اس صبر پر بڑا تعجب کیا کرتا تھا۔ امام ابو یوسف
نے ساتھیوں سے کہا کہ ”تم مگر اب اس چلا کر نہیں اپنے دل کی باتوں میں آپ سب کا شریک
رہنا تو ضرور کرتا۔“

تعلیم و تعلم سے اس درجہ شغف تھا کہ وقت نزاع میں بھی مسائل کی تشریح سے ہار نہ
جے۔ ابراہیم بن جراح کہتے ہیں کہ ابو یوسف بیمار ہوئے تو میں ان کی عیادت کے لیے آیا میں

”کچھ کچھ لکھ کر لایا تھا“ امام ابو یوسف نے کہا ”مگر تم کو کچھ یاد ہے کہ کچھ یاد کرو کہ تمہارے اندر کچھ اس کے
میں قرص اور صحبت نہایت دلکش تھی اس کا ذکر کرو کہ تمہارے دل کو یاد آئے گا کہ وہ کچھ لکھتے ہیں اور تمہارے
دل کے کچھ بھی لکھا تھا ہے“ (شرح جامع مسند امام ابو یوسف ج ۱ ص ۵۹)

نے دیکھا کہ ابن پرشی عاری ہے، جب ہوش آیا تو مجھ سے کہنے لگے ابراہیم یہ بتاؤ کہ "پانچادوی
جہاں افضل ہے یا سواری پر؟" انہیں نے کہا "پانچادوی" انہوں نے کہا "لطف نہیں ہے کہا" سواری
ہو کر؟" کہا "اب بھی غلط ہے" پھر ابو یوسف نے جواب دیا "اگر رے کے وقت ٹھہر کر دعا کرنا چاہتا
ہے تو پانچادوی افضل ہے اور اگر ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تو سواری پر افضل ہے" اس کے بعد میں اٹھ کر
ابھی دروازے کے پاس ہی آیا تھا کہ کشمیر نے ایک آواز سن پلٹ کر دیکھا تو وہ داعی اہل کو لیکر
کہہ چکے تھے۔

اتن اہل عوام نے اپنی سند سے اس واقعے کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اسی طرح مصری
کی کتاب میں بھی ابو یوسف (عن ابراہیم بن جراح) کے حوالے سے منقول ہے۔ اس میں اتنا اور
افزائے کہ کشمیر نے کہا "اس حال میں بھی آپ سنا کہیے؟" ابو یوسف نے
جواب دیا "کچھ حرج نہیں، اور سنو تہ ریس کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس کی وجہ سے کامیاب ہونے
والے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔" کسی اور مقام پر امام ابو یوسف نے یہ دو معجزات کی حکمت کی
طرف اشارہ اس طرح کیا کہ:

اس میں اطمینان کھپ زیادہ ہے اور دعا کی قبولیت کا امکان بھی زیادہ
ہے، اور سواری ہو کر رے کی حکمت یہ ہے کہ بھیڑ سے جلد نجات مل جائے
گی۔ (۳۳)

لیکن وہ میر تقا جس کی وجہ سے علم کی بے بہا دولت اور برکت سے مالا مال ہو گئے اور جس کی
وجہ سے اللہ رسول اور ملائکہ کے محبوب بن گئے۔

(۳۵) کہہ دلو، جی حقیقۃً ولسبباً، ص ۱۲۸

(۳۶) سرخستانی، ص ۹۵

(۳۷) ذکر کردہ واقعے کی تفصیل اس طرح ہے: امام مہر کی نوائی سند سے شریک کے حوالے سے بیان کیا دیکھتے ہیں کہ
ہم روگ امش کے پاس بیٹھے تھے، پھر یعقوب بھی ہماری مجلس میں تھے، امش نے ابو یوسف سے غائب ہو کر کیا ہو چکا
نے ان سے صحت قول عشق الامۃ طالعہا (پانی کی آرائی اور اس طلاق ہے) کو ترک کر دیا؟ ابو یوسف نے
کہا کہ میں نے آپ کی روایت کر دہے، عن ابی نعیم عن الاسود ان ہو سورۃ عن اعقبت عیورت سے
استدل کیا ہے، امش نے کہا کہ ابو یوسف کو اس صواب کا چہ بہت زیادہ ہے اس روایت کے کورابہ امام مہر کی نے امش
کے حوالے سے ذکر کیا کہ وہ امام ابو یوسف سے سند روایت کرے تھے اور ابو یوسف جواب دیتے چارے تھے اس پر امش
نے یہ عرض کیا کہ اس کی روایت کیا ہے؟ امام نے جواب دیا آپ کی روایت کا کلام حدیث اس پر امش نے کہا آپ اپنے لوگ
دارقطنی، ابن ماجہ، ابی یوسف، ابی داؤد، ابی حنیفہ ولسبباً، ص ۱۲۸

مذہب کی حدیثوں سے مطابقت ہے کہ امام امش نے امام ابو یوسف سے بات چیت کے دوران اس مسئلے کا استنبط
کیا ہے جب کہ امام مہر کی نے ذکر کردہ افہام سے مطابقت ہے کہ امش نے اس وقت امام ابو یوسف کی تقریرات کی
سے گراں مصلحت کا استنبط نہیں کیا، یہ بلکہ امام امش نے اس وقت کہا جب مذہب خود ان کی گفتگو امام مہر سے کسی مسئلے پر
دلی دار امام امش نے ان کی حیرت و حجاب میں ڈال دیا تو امش نے کہا آپ لوگ اکثر ہیں اور ہم کم، ابی حنیفہ
الحکیم انہوں میں مذکور ہے۔ غلیبہ امامی نے اپنے باب کے بعد حضرت حبیبہ لعلہ (ص ۱۳۳) پر ذکر کیا
ہے، دانش قلمی، علم

حدیث پر یہ کی جاتی تھی امام ابو یوسف نے جس روایت کا حوالہ دیا وہ روایت اسی سند سے حضرت عائشہ م
کوشش کے حوالے سے امام بخاری نے اس میں اس کا بیان کیا ہے کہ امام کوشش کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ حدیث گرا کر اور
نہ چاہتوں کے انگوٹھے چاک کر دیا، "کی شراہی (یعنی حاشیہ طبرانی)

امام ابو یوسف کے تلامذہ

ذیل میں امام ابو یوسف کے چند فتاویٰ کے اہم مباحات کیجیے

(۱) قاضی ابراہیم بن جراح ہارنی (۲) ابراہیم بن سطرطیاسی (۳) ابراہیم بن یوسف بن

[illegible]

اس مسئلے نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے ذکر کیا کہ اس وقت میں سیدنا عیسیٰؑ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح بھی جا کر
 ہر جہ کے ساتھ تھے جس میں سب اہل ایمان (اہل حق) تھے۔ ان لوگوں نے انہیں پیچھے کا روادہ کیا تو اس کے بعد وہ مکہ کی جنگلی زمین
 نے انہیں اکرمیت بخش دی۔ اس کا ذکر کیا۔ یہی حالت تھی کہ فرمایا اس طرح روادہ نہ کر کہہ دیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ وہاں اس کا روادہ کرنے
 والا ہے۔ (جواب) اگر روادہ کرنے کے بعد یہی اکرمیت بخش دے تو اسے اختیار دیا تو انہوں نے اسے پس کی کہ اختیار کیا (یعنی اللہ تبارک
 و تعالیٰ اسے صرف دے گا۔) یہی صورت ہے جسے حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا ہے۔ اس کا ذکر کیا تو فرمایا وہ ان کے لیے صرف
 ہے۔ اور آپ ان لوگوں کے لیے ہیں۔ یہ اس سے نکلا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)

[illegible][illegible]

(۳۹) سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۵۳۷

(۳۹) سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۵۳۷

(۵۵) حافظہ علی بن جعد جو ہری (جعدیات آپ کی مشہور تالیف ہے) (۵۶) علی بن جعفر مروزی (۵۷) علی بن حرملہ کوئی (۵۸) علی بن خشرم (۵۹) علی بن صالح جرجانی (۶۰) علی بن صالح (۶۱) علی بن عمرو قرطبی (۶۲) علی بن مدنی (۶۳) علی بن مسلم حوی (۶۴) عمر بن عبد الملک ابو

[illegible]

میں نے یہ سچاؤ صرف اپنی دلالت کے لیے ضروری اسلام کو دیا ہے۔ تاہم سچے لوگوں کی ان باتوں کے لیے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اول، مجتہدی بالشرع کا حلقہ ہے، جنہی میں اکثر اربعہ سرپرست ہیں، کارائی، نسیجہ، پتھر اور دوسرے عمامہ کی ہیں۔
 مصلوں اصول کا ہر دور کی بنیاد رکھی اور ان کا ہر دور کی روشنی میں دلوں کو روشن کرتی قرآن، سنت، افکار اور دنیا کے سب سے غریب اور کام
 کا، اشتہار کیا، انہوں نے جو کسی اصول اور نئی کسی فرد میں کسی کی تھیں۔

دوام جمہوری اندازہ سب اس میں ایک ہی جگہ اور ایک ہی جگہ کے دو کام اکٹھے ہیں۔ پہلے سے نہ کہ وہ اس کی ایک طرف
 ہیں اور وہ کے مطابق کام کے استخراج پر قدرت کا مظاہرہ کیا جائے گا کہ اس میں صوبہ و مرکز اور طبع سے متعلق کیا
 تھا انہوں نے اگرچہ بعض فراموشی کام میں غفلت کی کہ مرسوہ جو درجہ میں ان کے حلقہ رہے انہی پر مدد دینے کا سبب
 کے ملاحظہ سے اس کی نظر ہے کہ اس میں شاملی و غیرہ اور صوبہ کے کام میں ان کا کام ہے اور ان کے اصول کی تجدید میں
 کرتے تھے۔

[illegible]

چند برس پہلے میں نے کراچی اس کی مثال دلائی اور اس کے اسباب بیان کیے۔ یہاں یہ لوگ ایسا ہی اسلئے تیار نہیں کر سکتے کہ اصول بنادہ ہو کر یہی لگا دیتے ہیں۔ جس میں سب کی تفصیل دیکھ کر وہ محسوس کریں کہ جو اسباب وہاں کے کسی مجتہد صاحب سے منظور ہے اسے ہم یہ کہہ دیتے ہیں۔ کیا کہ اصول یہی ہے کہ فقہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہی اسباب کے اسباب نہ کی روشنی میں تیس کی حد تک، لیکن اسے کہیں کہیں جو یہاں میں بعض مقام پر جو یہ تھا "میں نے بھی کراچی کی" یہاں کراچی کی جگہ سے "تو یہاں اس کی جگہ سے یہاں (میں نے حاشیہ لکھا ہے)

سیکھن مرادزی (۶۵) محمد بن حماد (۶۶) عمرو بن ابی عمرو رازی (۶۷) عمرو بن محمد ناقد (۶۸) عمرو
بن ولید الامعش (۶۹) فرات بن نصر ہروی (۷۰) فراج بن عبد اللہ موئی ابو یوسف (۷۱) فضل
بن عاتم (۷۲) فضل بن عامر (۷۳) فضیل بن عیاض (۷۴) قاسم بن حکم عمری (۷۵) قتیبہ
بن اسد (۷۶) محمد بن احمد بن ابی سیکڑ (۷۷) محمد بن بکر بن خالد الطیمری ابو جعفر (آپ امام ابو
یوسف کے کاتب ہیں) (۷۸) محمد بن حسن شہنی (۷۹) محمد بن خالد طحلی رازی (۸۰) محمد بن
ابی رجاء خراسانی (۸۱) محمد بن صالحی (۸۲) محمد بن صباح (۸۳) محمد بن عمرو بن سری البصری
(۸۴) محمد بن خالد (۸۵) مصعب بن منصور رازی (۸۶) مویذ ابو عمرو مروزی (۸۷) موسیٰ بن
سلیمان جوزجانی (۸۸) ابو موسیٰ انصاری (۸۹) ابن ابی نخعہ (۹۰) نصر بن عبد الکرم غلجی (۹۱)
ربیع بن جراح (۹۲) بشام بن عبدالملک ابو ولید خیالی (۹۳) بشام بن عبید اللہ رازی (عمرانے
ابو یوسف سے روایت فقہ میں ضعیف قرار دیا ہے) (۹۴) بشام بن معدان (امام ابو
یوسف کے کاتب تھے) (۹۵) ہلال بن یحییٰ رائی بصری (آپ ہلال امرائے مشہور ہیں۔
بحکم الوقوف آپ ہی کی تالیف ہے) (۹۶) یثیم بن حجاج (۹۷) یثیم بن موسیٰ (۹۸) یحییٰ بن
آدم (۹۹) یحییٰ بن عبدالصمد (۱۰۰) یحییٰ بن یحییٰ (۱۰۱) یحییٰ بن یحییٰ خیسا پوری (۱۰۲) یوسف
الحضی صاحب زادہ امام ابو یوسف، جنہوں نے سنے والد سے "کتاب الاذان" روایت کی۔

نہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے ایسے کاہن جن کو امام ابو جوسف نے شرف تکلف حاصل
(یعنی پہلے پہلے کاوش) بہ ختم مقام حاصل کیا۔ پہنچ کر امامت اس کی مثال جو ہمیں ملے وہی اور صاحب
ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ بتایا کہ یہ کون سی ہے۔ چنانچہ پڑھ کر اور فرمادے کی مصدقیت کے، مالک ہوتے ہیں اس کے
وہ "دینی ہوتی ہے۔ یہ راجا، راجا ہو چکے ہیں۔ یہ ہندوستان کے ہر قبیلے کے سربراہ ہوتی ہیں۔ ہر لوگوں کے سربراہ
ہے۔ یہ سب سے پہلے کاوش کرتے ہیں۔"

قسم : یہ مقدمہ ملکی سطح پر سماعت کے لئے برطانوی عدالت کی جانب سے منظور شدہ ایک درخواست برائے روایت ہے جو درج ذیل
 اہل برطانوی کر کے اس حد میں رکھے جائیں گے۔ اس کی مثال متاخر فرینج میں ملحق مسلمان کے کوئی بھی مختلف صاحب کمر صاحب
 صاحب صاحب و صاحب صاحب صاحب صاحب ہیں۔ یہ مطالبی کتاب میں درج روایتوں اور تصدیق برائے اہل برطانوی کر کے ہیں۔
 بطور یہ وہ سماعت کے لئے درخواستیں منظور ہیں جو فارسی اور سانس کی شرف کی ذکر کر کے ہیں، جو کہ کوئی گناہ کرتا ہے
 صاحب کیل کی طرح انکھ کر کے چلے جاتے ہیں۔ ان کے لیے یہی جاسی ہے اور جہاں کی اجازت کر کے ان کے لیے
 برائی جاسی ہے اور آخر خود دشمن کے لیے یہی جاسی ہے اور جہاں کے لیے یہی جاسی ہے۔ (مذکور)

ہے۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو امام ابوحنیفہ کے درس میں امام ابو یوسف کے ساتھی تھے، کچھ ایسے ہیں جو امام ابو یوسف کی درسگاہ میں امام محمد کے شریک رہے اور امام محمد سے بھی اخذ فرمایا۔ امام ابو یوسف کے متعلق بہت سارے فقہاء امام ابو یوسف کی درسگاہ کے تلامذہ تھے، یہ سب بڑے جلیل القدر

(۲۶) اگرچہ پیرو، برما، چین کی ایک جماعت کو کم از کم اقلیت دینی ترقی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، مگر اس کے علاوہ
 ان کی تعداد اس قدر ہے اور ان کے ۱۰۰ فی صدی (۱) سیدنی سٹیٹ (۲) امریکا میں اور (۳) قاسم بن عمر (۴) ساجیہ بن
 (۵) عمر بن ابی اسحاق (۶) سلطان بن عیاد (۷) عہد ائمہ نے انھیں اقلیت میں سمجھا۔ (۸) سید احمد علیہ السلام، راج
 ۱۱۷۷ء (۹) کسی نے ان سب جمعوں کا سامانی ہے اور سمجھے کے لیے فقہی نقطہ میں غلط فہمی حاصل ہے

إذا قيل من في العلم سبحة البحر^١ رواههم ليست من العلم خارجة

لَقُلْ هُمْ عِندَ اللَّهِ وَرَدُّ الْقَسَمِ وَيَكْفُرُ عَنْهُمْ مَنْ يُخَارِجُهُ

(تَسْلَامُ الْمَوْفِقِينَ عَنِ رَبِّ الطَّمِينِ ۝ ۱۹)

(ترجمہ: اگر کوئی آپ سے بہت غمخیزانہ بات کہے یا اسے کسی چیز پر غم ہو تو کہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش کرے اور اس کے غم کو دور کرے۔)

سہرہ اعلام الجملہ (ج ۳ ص ۲۵۹) میں نقل ہمارے احوال سے یہ ذکر لکھا ہے: "ہندوستان میں (۱) مسیحیہ (۲) مورو (۳) قنبر (۴) احمد ننگ میں رہتے ہیں۔"

سیر اعلام النبلاء، (ج ۱ ص ۲۵۲) میں بھی لکھا ہے کہ اس نے سید کے قتل کے بعد ایک خط لکھا جس میں ہے:

انہوں نے ہمارے محل آج آج میں حسین بن سعید بن سہیب کا ذکر کیا۔ اس کتاب میں ایک مقام پر (ج ۱ ص ۵۸) انہوں نے لکھا کہ اگر کوئی شخص اس میں کسی کو بے وفاء و سحر سے بھی لکھا ہے کہ اس نے سید سہیب بن سہیب کی کڑی تنبیہ کی ہے۔

(۱) سعید بن سہیب (۲) ابی طلحہ بن عبد الرحمن (۳) الامام (۴) سالم (۵) عمرو بن عبد ربیع (۶) سلیمان بن بکر (۷) سعید بن مسروق (۸) ابی ہریرہ (۹) ابی ہریرہ (۱۰) ابی ہریرہ بن ربیع (۱۱) ابی ہریرہ بن ربیع

[illegible][illegible]

واقعہ رائے نے بھی ان سے روایت کی ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ امام شافعی نے اپنی کتاب "مجموعہ" اور "مسند" میں ان کی روایت کو محمد بن حسن کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ حدیث "مجمع" و "اس" کی ایک واضح مثال ہے (۳۳)۔ ابن حجر، ابن جریر اور سیوطی کے مطابق امام شافعی ابو یوسف کے معاصر تھے مگر حالات نہیں ہوئی۔ جہاں تک "مسند" ابو یوسف کے واسطے سے روایتیں بلا واسطہ امام ابو یوسف سے ہیں تو اس میں سبقت گہم کا نقل ہے، جو اصل میں "عن یوسف" یعنی "ابو یوسف" کے بغیر ہے اور یہ یوسف بن خالد جسی بنی وادانہ تعالیٰ علیہ السلام۔

۶۶: کائنات میں اس مخلوق کے وجود کا معنی خدا کر کے اپنے میں داخل کرنا ہے۔ جرات کشی ہے۔ وہ بھی

اجتہادی شان اور اصول و فروع میں مہارت

انھک کوشش سے دلائل کی روشنی میں احکام فرجیہ کے استنباط کا نام اجتہاد ہے۔ مجتہد مطلق کی شرط یہ ہے کہ اسے کتاب اللہ کے لغوی اور شرعی معنی پر فراہمی اور ترکیبی دونوں اعتبار سے کامل دسترس ہو۔ یوں ہی علم حدیث کا پورا علم، مسند اور متن پر گہری نظر، مورد اجماع کا علم اور شرعی قیاس کے اسباب کی معرفت وغیرہ مجتہد مطلق کی شرطوں میں سے ہے۔ اس کی تفصیل اصول کی کتابوں میں مذکور ہے۔

امام ابو یوسف کو فقہ میں امام ابو حنیفہ کی سربراہی میں چلنے والی فقہی کنوئیں کے اہم رکن تھے۔ مسائل کی تحقیق و تدقیق، دلائل کی تجویص اور جوابات کی تدوین کے لیے امام ابو حنیفہ کے ساتھ کام کرنے والی مجلس میں بھی اسی سال تک امام ابو یوسف نے جڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اس اثنا میں امام ابو حنیفہ کی مکمل مصاحبت تو نہیں کی، کبھی آتے اور جاتے بھی رہتے تاہم سترہ سال کی مکمل مصاحبت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ابو یوسف جب لاہور، حیرت انگیز قوت حافظہ کا مالک، علم، فہم کا شائق، جب اس طرح کی علمی مجلس میں چاندی کے ساتھ شریک ہوتا رہتا تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے کتنا کچھ حاصل کیا ہوگا۔ یقیناً بہت کچھ حاصل کیا ہوگا۔ اجتہاد کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کرنے میں بھی اس نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہوگی بلکہ اجتہاد مطلق کا درجہ بھی حاصل کر لیا ہوگا اگرچہ بطور امتحان و تفکر اپنے استاد کے مذہب ہی سے اپنے آپ کو منسوب رکھا۔

دوسری طرف امام ابو حنیفہ نے خود یہ کہا کہ ابو یوسف اپنے طبقے میں رونے والے زمین پر سب سے بڑے عالم ہیں۔ اس بات کا ذکر طحاوی نے اسد بن فرات کے حوالے سے اور خطیب نے اپنی تاریخ

میں کیا ہے۔ حافظ فقیر، محمد علی بن جبر نے "جمعہ صحت" میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ابو یوسف کی طرح کوئی اور روایت نہیں دیکھا۔ اس پر امام حمادی کے شیخ ابن ابی عمران نے یہ تحقیق لکھی کہ ثوری، حسن بن صالح، مالک، دارقطنی، زبید، یحییٰ بن سعد، شعبہ بن نجیح، یحییٰ بن خالد، قاسم طلیحہ، یحییٰ بن کثیر، یحییٰ بن جبر نے دیکھا تھا۔ (۳۵)

جیسا کہ ہماری نے من کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اس سے ابو یوسف کی طلیحی برتری کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ ہمیں کایہ قول بھی ابو یوسف کے فضل کو ثابت کرتا ہے کہ "آپ لوگ عیب ہیں اور ہم لوگ دوا پیچھے داتے" (۳۶)۔ ہمیں نے یہ بات اس وقت بھی جب انہیں کی روایت کردہ حدیث "بیرہ" (۳۷) سے استنباط کر کے امام ابو یوسف نے ایک مسئلے کا جواب دیا تھا۔ قاضی امشاش کی یہ بات بھی ابو یوسف کے قوت استنباط کو ثابت کرتی ہے کہ "میں نے آپ کے والدین کے آپس میں کھنے سے پہلے اس حدیث کو روایت کیا تھا اور اب اس کی تاویل کا کام ہوا۔" (۳۸)

ظہیر بن محمد بن جعفر الشافعی نے قریباً اسی طرح کہا کہ

ابو یوسف اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیر ہیں، ان کے زمانے میں کوئی بھی ان پر ہیبت حاصل نہیں کر سکا۔

یہی ان کا خاندان تھا کہ:

جب ابو یوسف اور اسے پاس آئے تھے تو سب سے کم عمر میں انہیں درک تھا وہ ہم فقہاء مکرر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے فقہ سے آسمان و زمین کو برابر کر دیا۔ (۳۹)

حافظ امام اللہ بن داؤد رحمہ اللہ نے کہا جیسا کہ ابن ابی عمیر نے اپنی سند سے ترمذی کی کہ "امام ابو یوسف کی فقہ پرانی و مستقر تھی کہ اس کا استعمال جس طرح چاہتے کرتے۔" بلکہ زفر بن ہذیل بھی وہی وطن اور حاضر دماغ شخصیت سے ابو یوسف کا متاثرہ ہوا تو امام ابو یوسف نے ابو یوسف کی برتری کی گواہی دی کہ ابو یوسف کی قوت حافظہ و ضرب اہل ہے، آثار پران کی گہری نگاہ اور اس سے استدلال پر سب کا اتفاق کی ہے، ایسی ذہنی شہور بالغ نظر شخصیت کے درجہ و مقام مطلق کے اور سچے پتہ کو ہونے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے۔

پچھترین کی دجہ بندی بڑی مشہور چیز ہے۔ پہلا دجہ پچھتر مطلق کا ہے جس کا استنباط کسی اور کی

طرف نہیں کیا جاتا۔ دوسرا دجہ پچھتر مطلق جو کسی اور پچھتر کی طرف منسوب ہو۔ تیسرا دجہ پچھتر متعین کا ہے، جو کسی مذہب کا پیروکار ہو اور اپنے امام کے اصول کی روشنی میں مسائل میں اجتہاد کرتا ہو۔ چہ کہ بن جبر نے "شخص العارہ" میں ذکر کیا ہے اور عبدالحی کہنوی نے "الذہاب الذہبی" میں ان سے نقل کیا ہے، ۱۲ راوی مرتبے پر امام بن عبد الرحیم (شاہ ولی اللہ کہنوی نے) "الاصناف فی مسائل الحدیث" میں بیان کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ کثرت و جمعیت کا پراگندہ انہوں نے اور انہیں کیا تاہم ان کی بات صواب اور درستی سے اس سے زیادہ ترعب ہے جو درجہ ان کی کمال سے فقہ کی دجہ بندی اور فقہاء کی تقسیم سے متعلق تھا کہ ہے، ان کی کمال مذکورہ دونوں چیزوں میں ہی حقیقت کی ترتیب اور فقہاء کی تقسیم میں

(۳۳) حدیث محمد بن یحییٰ حدیث محمد بن یحییٰ سے اپنی سند سے اس طرح نقل کی ہے، ابو یوسف القاضی یحییٰ بن اسماعیل حدیث یحییٰ بن عروہ عن ابی عبد اللہ بن جعفر ابی الزبیر بن العوام فقال ابی یحییٰ عن ابی عبد اللہ وکانوا علی یزید ان یأخذوا لیسیر المومنین عثمان بنی فہما ان یبصر علی فہم فقال ابی الزبیر یحییٰ علیہ السلام عہ ان شر یحکم فی البیوع وانی علی عثمان فلا ذلک لہ، فقال عثمان وحی اللہ تعالیٰ عہ کیف اصبر علی وجہ فی بیع شریک فہم الزبیر (مس بیہقی التکریر، ج ۶، ص ۶۱)

(ترجمہ) یحییٰ بن عروہ اپنے والد عروہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ کہا کہ ان میں جعفر بن عروہ بن عروہ کے پاس آئے کہ ان کے پاس ایک عورت تھی، عثمان بنی فہما ان یبصر علی فہم الزبیر یحییٰ علیہ السلام عہ ان شر یحکم فی البیوع وانی علی عثمان فلا ذلک لہ، فقال عثمان وحی اللہ تعالیٰ عہ کیف اصبر علی وجہ فی بیع شریک فہم الزبیر (مس بیہقی التکریر، ج ۶، ص ۶۱)

ان باتوں سے ان شخصیتوں کی قربت کا پتہ چلتا ہے کہ ان میں جعفر بن عروہ بن عروہ کے پاس آئے کہ ان کے پاس ایک عورت تھی، عثمان بنی فہما ان یبصر علی فہم الزبیر یحییٰ علیہ السلام عہ ان شر یحکم فی البیوع وانی علی عثمان فلا ذلک لہ، فقال عثمان وحی اللہ تعالیٰ عہ کیف اصبر علی وجہ فی بیع شریک فہم الزبیر (مس بیہقی التکریر، ج ۶، ص ۶۱)

محدث بن محمد سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن یحییٰ بن عروہ بن عروہ بن عروہ کے پاس آئے کہ ان کے پاس ایک عورت تھی، عثمان بنی فہما ان یبصر علی فہم الزبیر یحییٰ علیہ السلام عہ ان شر یحکم فی البیوع وانی علی عثمان فلا ذلک لہ، فقال عثمان وحی اللہ تعالیٰ عہ کیف اصبر علی وجہ فی بیع شریک فہم الزبیر (مس بیہقی التکریر، ج ۶، ص ۶۱)

کے کسی میں بھی اور کبھی پر کاظم نہیں رہے اور یہ اور بات ہے کہ بعض مقلدین کی طرف سے انہیں بڑی پڑرائی ملی۔ ابن کمال نے جو کہ کمال کا صاحب مرعاجی تصنیف کو جو کچھ تحقیقات تھے جس کا ازالہ شباب مرعاجی نے اپنی کتاب "سائطۃ فہم" (۳۰) میں کر دیا ہے۔ مرعاجی نے اسکی تنقید کی جس سے ابن کمال کی دونوں تہذیب کی عمارت گر گئی اور عبدالحی تصنیف کا شرح صدر بھی ہو گیا۔

یہاں میں ابن کمال (۴۱۷) کے رسالے "طبقات فقہاء" سے جہتہ بنی دجہ بنی حاشیہ میں لفظ "فصل" کے ناموں کے ساتھ ماہرین کی ترقیب و تفسیر (جس کا در کیا چاہتا ہے) کا ترجمہ دیکھیں۔ یعنی اس کتاب کے آخر میں مرعانی کی تصنیف کا بھی ذکر کروں گا۔ یہ تعظیم اگرچہ طویل ہے تاہم اس کی ضرورت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور ساتھ ساتھ اس کتاب کی باتوں سے جو لوگ دعوے میں آجائے ہیں ان کے لیے حسیہ بھی ہوگی۔ یعنی یہی محکمہ ہے جس نے ابن کمال کے اس طرح اور

(چند کلمے کا ماحول) ہر ایک نفسی مسئلہ ہے۔ لوٹ میں اس کا نفسی مسئلہ درکار ہے اور وہ میں کسی انسان کو پ
 مال میں تصرف سے روک دینے کا نام اگر ہے تو عقل کے مطابق کسی شخص کو اپنے حق کا استعمال کرنے سے روک دینے یا غیر
 کے نقصان پہنچانے ہیں۔

(الط) چھاپی جس کے اندر سادات میں فرق کی صلاحت ۱۲ جود ۱۲۰۰ مکرر شد تک نہ پہنچا

(پ) دستور جس کے پاس عمل بند ہو

(ج) سلسلہ بھی بیوقوفانہ

تیسرے سب سے بھی سلطنت کے تحت دوسری شخص نے لکھا ہے کہ سلطنت حاکف شرع کام کرنے اور ان میں کام
نام ہے اور احسان اور ایثار کے میں سلطنت کا جو شریعت کے اعتبار سے مناد ہے مگر سلطنت کا دوسرا طرف کے طور
شرع اور ان کا قانونی جو شرع سے ہم ہے اور یہ ہے کہ سلطنت کی وجہ سے ایسے نظم نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی سلطنت کو
کہہ کر شرعی احکام نافذ کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار کی سلاطنت کی وجہ سے اس کی حکومت کے بعض رواد کا جاننا دیگر سلاطنت کی وجہ سے کسی شخص کے تصرفات پر پڑی لگا کر ان کو جس قسم کی ملامت ہو جو صرف کسی شخص کے تصرفات پر کر کے صرف اس شخص میں اس کا اہتمام ہے۔ سلاطنت کا اثر ہے جو صرف سلاطنت کی وجہ سے صرف کسی کے تصرفات پر پڑی لگا کر جائز ہے۔ تاہم صحابین علیہم السلام کی پائی ہوئی کی جہاز کو جس کی ذات کو قرار دینے میں اور ان کی شایعہ جو روح کا کسی کی رائے دیتے ہیں۔ صحابین اور ان کے اہل بیت کے اپنے مقصد پر قرآن مجید اور احادیث سے دلیل پیش کی ہے، جن میں ایک دلیل دینی امام ابوحنبلہ کی رو سے کہ وہ خود کو حدیث سے ان کی زبان پر کہ تھری ۱۴۰۰ میں مہارت رکھتے تھے اس لیے جب اہل اہل ان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پوچھا کہ ان کو جو حدیث ابن عمر کے ساتھ تھری میں شریک ہیں ان کے تصرفات کو ان قرار دینا (المصنف المجلد ۱۰ ص ۱۵۹)

یوسف اور ان کے امثال کو مجتہدینِ ائمہ ہب کی فہرست میں شمار کر دیا ہے اور اس طرح انھیں ان کے مراتب سے فروتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو لوگ رجال کی درجہ بندی میں مہارت رکھتے ہیں ان سے یہ بات بالکل پوشیدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا جلی نے ابو یوسف، زفر محمد بن حسن کے بارے میں کہہ کر ان فقہاء کا علم اگر بالک و باشیق اور ان کے امثال سے زیادہ نہیں تو ان سے کچھ کم بھی نہیں۔ ”یہیامیں کس کا ذکر آئے گا۔“

یہ ہے کہ اجتہاد کے اعلیٰ اور کوئی دو گنارے ہیں اور ان دو گناروں میں بھی مختلف درجات ہیں، مگر ان درجات کے درمیان بھی بڑا فرق ہے۔ کسی فقیہ کا مرتبہ صرف اس کے کاموں کی بنا پر ہو جاتا کہ اس کا شمار مجتہد مطلق مستقل کے طبقہ میں کر لیا جائے۔ کیوں کہ بہت سارے ایسے علماء ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو کسی مجتہد مطلق مستقل کی طرف منسوب ہی کرتے ہیں مگر اس کے باوجود مستقل مجتہد سے مرتبہ میں برتری ہے۔ ائمہ کو بھی تو ان میں کچھ مغزوں میں استقلال کا حق نہیں پایا جاتا تو پھر جو ان کے بعد آئے ان کا کیا حال ہوگا کیوں کہ ابو حنیفہ اپنے اکثر افکار

لیکن ان فقہائے عراق کی پیروی کرتے ہیں جو علی اور ابن مسعود کے اصحاب اور ان کے اصحاب کے اصحاب ہیں۔ ابراہیم نخعی اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام مالک، بن انس نے ان حضرات اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ان دونوں کے اصحاب اور ان کے اصحاب کے اصحاب کا حریف اختیار کیا جس کا سلسلہ دینے کے فقہائے سہ (۳) اور ان کے اصحاب تک پہنچتا

(۳۲) کتاب ذخیرہ احوال میں اس حوالہ سے جو قیاساً کتابت کی گئی ہو اس کے ساتھ ساتھ اصل نام شرف الدین کی طرف سے اس کتاب پر تعلیم کی گئی ہو اس کے ساتھ ساتھ اس کے علاوہ متعدد نسخہ و تصانیف کی جانب اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ (۳۳) یہ کتاب کا نام "مجموعہ" ہے، جس کے مصنف کا نام "میرزا محمد علی" ہے، جو ایک فلسفی اور شاعر کی کتاب پر حوالہ دہا کر کے اس کے مصنف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (۳۴) یہ کتاب کا نام "مجموعہ" ہے، جس کے مصنف کا نام "میرزا محمد علی" ہے، جو ایک فلسفی اور شاعر کی کتاب پر حوالہ دہا کر کے اس کے مصنف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (۳۵) یہ کتاب کا نام "مجموعہ" ہے، جس کے مصنف کا نام "میرزا محمد علی" ہے، جو ایک فلسفی اور شاعر کی کتاب پر حوالہ دہا کر کے اس کے مصنف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

١٥٥) أعيان أبو حنيفة وأصحابه ج ١ ص ١٥٥

۱۴۰۰

۷۴) طرح سالیانه ۱۰۰۰

ہے۔ یہی اہل رائے اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اہل شافعی نے ابن عباسؓ، ان کے اصحاب اور مکہ میں ان کے اصحاب کا طریقہ اپنایا۔ جن میں مسلم بن خالد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ساتھ ساتھ عراقی اور چغازی فقہ کے مسند سے بھی استفادہ کیا۔ اہل شافعی اپنے قدیم نظریات میں امام مالک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یحییٰ بن ابان نے ان کا رد کیا، اور یہ فقہی نظریات میں مستقل ہونے کے باوجود ان پر امام محمد کے مسائل کا غلبہ نظر آتا ہے۔ کوئی مجتہد کی دوسرے مجتہد کی کسی مسئلے میں موافقت کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ اس کا قائل ہے، بلکہ اس لیے کہ دوسرے مجتہد کے نزدیک بھی مسئلے کا حکم دلیل کی روشنی میں اسی طرح واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے مجتہد کے نزدیک اس کا حکم ہوتا ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن منذر اپنے اس وجہ سے کہ ”جب سے وہ شعور کی منزل میں پہنچے ہیں کسی کی تقلید نہیں کی“ متعلق مجتہد کے درجے تک بالکل غلط پہنچ سکتے۔ محمد بن عبدالحکم نے جب امام شافعی کا زہر دست رد کیا تو اس کے پیچھے ابن خزیمہ ہی کا دہن کا رد فرمایا تھا۔ جنہوں نے انہی حکم کی مدد کی تھی اور ابن منذر کا کیا کہنا وہ جب کسی مسئلے کا ذکر کرتے تو اس کی نسبت اہل کتاب کے علاوہ کسی اور کی طرف کر دیتے، ضعیف کو قوی بنا کر پیش کرتے اور قوی کو ضعیف بنا دیتے۔ ابو بکر قتال، ابو یعلیٰ بن خیران اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم شافعی کے مقلد نہیں بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہو گئی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس وجہ سے بھی امام شافعی کے طبقے میں شامل نہیں ہو سکتے جیسا کہ مذکور ہے۔ حقیقہ ہے علم و فضل اور تدوین میں جو کچھ کمال حاصل کیا اس سے متاثر تو ہاں شکر گزار نہیں بننا چاہیے۔ مذہب مالکی میں جو لوگ درجہ اجتہاد پر ترقی نہ کر سکے اور جنہوں نے سارے علوم میں مہارت حاصل کی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے ابو الولید باہلی لکھتے ہیں: ”ان فرعون کے مطابق امام مالک کے بعد یہ مقام صرف اور صرف قاضی اسماعیل کو حاصل ہوا“ ☆ باقی کے اس قول اور ابن عوف نے جو اپنے بعض مشائخ کے لیے اجتہاد کا دعویٰ کیا ہے، میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح امام تھمالی لکھی کے صاحبزادگان ابو زید

اور ابو موسیٰ کے تذکرے میں مالکیہ کا یہ اختلاف بھی مذکور ہے کہ ابن قاسم مجتہد فی الملہ ہیں یا امام مالک کے مقلد ہیں۔ امام نووی نے ”تہذیب الاسماء و الفوائد“ میں امام حنفی کے تذکرے میں امام الحرمین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ حنفی نے جو بھی قول پسند کیا ہے اس کی حیثیت عز و جل کی ہے، کیوں کہ وہ ابو یوسف اور محمد کی طرح شافعی کے اقوال کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، وہ دونوں اپنے امام کی اصول میں مخالفت کرتے ہیں۔

امام نووی کے مطابق حنفی مجتہد فی الملہ ہیں جب کہ ابو یوسف اور محمد مجتہد فی الملہ ہیں جب کہ وہ اپنے سے اوپر ہیں کیوں کہ وہ اگرچہ اپنا انتساب امام کی طرف کرتے ہیں تاہم اصول اور فروع دونوں ہی میں امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں، جہاں تک کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ ابو یوسف اور محمد اس وقت تک کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے جب تک کہ وہ اپنے امام سے سن لیں تو ان شاء اللہ اس کا ذکر ہم ایک خاص فصل میں آجے کریں گے۔

امام ابو یوسف اور باب علم و دانش کی نظر میں

امام ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ فضلاء میں ابو یوسف کا تذکرہ حفاظ حدیث کے ضمن میں کیا ہے، واللہ یہ لکھا ہے کہ:

ابو یوسف کے علم اور سرداری سے متعلق متعدد روایات موجود ہیں، ہمیں نے

ان کا اور ان کے ساتھ کچھ کا تذکرہ خاص جزم میں کیا ہے

ذہبی نے اپنے جس جزم میں ابو یوسف کا تذکرہ کیا ہے وہ مطلوبہ ہے۔ ذہبی نے ابو یوسف کے مناقب میں نساء الائمۃ علیہم السلام کے عنوان کے تحت بڑے سچے حقائق کا ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

اسد بن فرات نے محمد بن حسن کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ

ابو یوسف بیمار ہوئے تو ابو یوسف ان کی عیادت کے لیے آئے، جب باہر

آئے تو زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، "یہ تو جہان روئے زمین پر سب

سے بڑا عالم ہے"

مہاس دوری نے امام احمد بن حنبل کے حوالے سے بیان کیا کہ

حدیث لکھنے کے لیے سب سے پہلے میں قاضی ابو یوسف کے پاس گیا، ان

سے نہیں نے بہت ساری حدیثیں لکھیں، میں نے بعد حدیث کے لیے کسی اور

کے پاس گیا، اور ابو یوسف اور احمد سے زیادہ دیکھا، ابو یوسف کی طرف تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ تین سال میں تین ٹن یعنی بہت زیادہ حدیث میں نے ابو یوسف

سے نقل کیں۔

محمد ابراہیم بن ابی داؤد برسی نے بھی یمن میں سے روایت کی کہ

حدیث سے متعلق اصحاب رائے میں ابو یوسف سے زیادہ اہمیت، واضح اور

احتیاط کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

مہاس دوری نے ابن یمن سے روایت کی کہ ابو یوسف صاحب روایت اور صاحب سنت ہیں۔

محمد بن سمان نے بھی ابن خالد کے حوالے سے بیان کیا کہ

ابو یوسف جب ہمارے پاس آئے تو اس وقت انہیں نقد میں مہارت نہیں

تھی مگر ایک اس وقت آیا کہ چوری روئے زمین اس کے نقد سے بھر گئی۔

بشر بن ولید کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ اعش نے ایک مرتبہ

میرے کسی مسئلے کے بارے میں دو وقت کیا، میں نے اس کا جواب دے دیا۔ اعش نے پوچھا

تو میں نے کس دلیل کی بنیاد پر یہ جواب دیا؟ کیا وہی حدیث میری دلیل ہے جس کو آپ نے

روایت کیا ہے۔ اعش نے کہا "اے یعقوب مجھے یہ حدیث اس وقت سے یاد ہے جب کہ آپ

نے وہ دن بھی آپ کی مجلس میں نہیں ملے تھے (یعنی آپ کی پیدائش سے پہلے) مگر آج مجھے اس کا

مذہب معلوم ہو سکا ہے۔

ابن ندیم کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد خرمی کو کہتے ہوئے سنا کہ

ابو یوسف کو نقد پر علم (راوی کو شک ہے) پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ جس

طرح چاہتے اسے استعمال کر تھے۔

عمر بن محمد ناقد کہتے ہیں کہ مجھے اصحاب رائے میں سے ابو یوسف کے علاوہ کسی سے بھی

حدیث نہ پانچ نہیں تھا کیوں کہ وہ مسلح حدیث تھے۔

ضہل کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے۔

قاضی ابوالعازم نے بکر اُمی کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف

میں، قاضی اور ابوامر عرب کے حافظ تھے ان کا ایک بڑا اہم لقب تھا۔

حزنی نے فرمایا کہ ابو یوسف ان میں حدیث کے سب سے زیادہ پابند تھے۔

احمد بن حلیف نے محمد بن سمان کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف منصب فقہ پر گزرنے

کے بعد روزانہ دوسرا کھت (نفل) نماز پڑھا کرتے تھے۔

میں نے بھی بنی معین کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف اصحاب حدیث سے محبت کرتے تھے اور ان کی طرف ان کا رجحان زیادہ تھا۔

عبداللہ بن علی بن مدنی اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو یوسف ۱۸۰ھ میں بصرہ گئے تو ہم لوگ ان کے پاس جایا کرتے تھے وہ ایک طرف دس حدیثیں ذکر کرتے تو دوسری طرف دس آراء کا ذکر کرتے۔ میرے والد نے یہ بھی کہا کہ ابو یوسف کی صرف ایک حدیث جو ہشام بن عروہ سے حجر (۳۳۳) سے متعلق ہے مجھے مل سکی ہے اور وہ سچ ہے۔

یہاں تک جو بھی ابو یوسف کے مناقب جان ہوئے وہ مذہبی کے جز کا حصہ تھے۔

حارثی اپنی سند سے حسین بن ولید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابو یوسف جب بات کرتے تو لوگوں کو حیران کر دیتے اور لوگ ان کی بارگاہی سے تعجب میں پڑ جاتے۔ میں نے ایک دن دیکھ کر وہ ایک شہادت ہی دیتی اور جھلک سکتے پر بات کر رہے تھے وہ اتنی صفائی اور تیزی کے ساتھ بات کر کے گزر گئے جیسا کہ تیر گزر جاتا ہے۔ بارگاہی کی وجہ سے حاضرین میں سے کوئی بھی سزا نہیں سمجھا۔ وہ ہم لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح علم کو ان کے لیے سخر اور آسان بنا دیا ہے۔

ابو اسحاق شمر شرف الدین بن مہدی تعلیم قرمسی نے اپنی کتاب فلاح عقود العقبات میں مذکور ایسی حسیبۃ النعمان (۳۳) کی آخری فصل (جو ابو یوسف کے مناقب سے متعلق ہے) میں کہا کہ صحری نے حسن بن ابی مالک سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ ”میں نے جب بھی کوئی نماز پڑھی اس کے بعد ابو یوسف کے لیے اللہ سے دعا کی اور مسافت

(۵۰) اللہ! اللہ! سے دعا کی اور اہل حق سے ملا یا اہل حق پر تھپ سے کہ کھنڈہ اس کے اور کمر اور کاندہ کے زینت اور شیخ جو کچھ درس و علم کا طالب علم اسے سمجھتا رہے اس طرح ایک کتاب کی شکل بنا رہا ہوتا ہے۔ اس کو ”کتاب“ کہتے ہیں۔ (کنف الضوابط ۱۸۶)

(۵۱) کھنڈہ سے لاس مذکور ۱۸۶

(۵۲) کتب الخ بیہد ۱۸۳

طلب کی“ اور کہتے ہیں کہ علی بن ابی صالح جب ابو یوسف کے حوالے سے کوئی حدیث بیان کرتے تو کہتے تھے سب سے بڑے فقیر، قاضی القضاۃ، سید العلماء ابو یوسف نے حدیث بیان کی۔ (۳۵)

بشر بن ولید نے کہا ”تم ان کی تعظیم نہیں کرتے؟ ان کی بڑائی کا اعتراف نہیں کرتے، میں نے ان کے جیسے کسی کو نہیں دیکھا“ (۳۶) یاد رہے کہ بشار نے ابن ابی ذئب اور شعبہ جیسے محدثین کو دیکھا تھا)

صحری نے طحاوی کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن ابی مران ان کو کہتے ہوئے سنا کہ علی بن جعد نے ہمیں کچھ اٹھا کر دیا اور کچھ اٹھا کر ابو یوسف (اس وقت ابن جعد کی مجلس اہل علم سے بھری ہوئی تھی) ایک شخص نے کہا اسے برا کھن کیا آپ ابو یوسف کی بات کر رہے ہیں؟ علی بن جعد نے سمجھا کہ ابو یوسف کا نام اس طرح لیتا مناسب نہیں لہذا انہوں نے کہا جب ابو یوسف کا ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو گرم پانی اور اشنان سے پہلے دھویا کرو۔ پھر کہ خدای قسم میں نے ان کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ (۳۷) ابن ابی مران کا قول گزر چکا۔ ابن جعد نے ثوری حسن بن صالح، مالک، ابن ابی زبیب، یحییٰ بن سعد، یحییٰ بن عمار جیسے علماء کو دیکھا تھا)

قرمسی نے ابو یوسف کے بارے میں یہ بھی کہا کہ اللہ شہادہ صدوق ہیں۔ نہائی نے ان کی توفیق کی ہے۔

احمد بن کامل غفری (آپ اخبار القضاۃ کے مؤلف اور ابن جریر کے ساتھی ہیں) نے کہا بھی بن معین، احمد بن حنبل، ابو یوسف بن مدنی نقل کرنے میں ابو یوسف کی تہمت میں کچھ بھی اختلاف نہیں دیکھتے تھے۔

ابن حبان نے اپنی کتاب الفوائد میں ہمارے اصحاب پر طعن کے وہ جو ابو یوسف کے ذکر سے مل سکا کہ

وہ ابن مشائخ میں سے تھے جو حفظ و اتقان کے درجے پر ہیں (۱۸) آدم بن

۵۳۱ (۵۳) کہ وہ حفاظ ۲۳۷ میں ۵۸۹ سے ذکر ۵۶۶، سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۵۸۵، ذکر ۱۰۰۰
۵۳۲ (۵۳) کہ وہ حفاظ ۲۳۷ میں ۵۸۹ سے ذکر ۵۶۶، سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۵۸۵، ذکر ۱۰۰۰
۵۳۳ (۵۳) کہ وہ حفاظ ۲۳۷ میں ۵۸۹ سے ذکر ۵۶۶، سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۵۸۵، ذکر ۱۰۰۰

لوگوں میں سے نہیں کہ جس کو ہم برا سمجھیں اس بارے میں لوگوں کو وہم میں رکھیں اور نہ ہی ان لوگوں میں سے ہیں جو کسی پر ظلم کو دیکھتے بلکہ جو اسٹن جرح یا قتل کا متعلق ہے اس کو اس کا حق دیتے ہیں، زفر اور ابو یوسف کی حالت ظاہر ہو جائے گی کہ ہم سے ہم نے انہیں شہادت میں شمار کیا ہے، اور جو ان کے ساتھ نہیں ہیں ان کو ہم نے ضعف میں شمار کیا ہے، جن سے احتیاج نہ تھیں۔

پھر ان زبان نے ابو یوسف اور ان کے بیٹے کی وفات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا

میں نے ابن فضلہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن صباح کو کہتے ہوئے سنا، اس سے کسی نے کہا کہ عظیم سے آپ نے بغیر نہیں لکھا، جواب دیا کہ میں کسی دن بھی عظیم کی مجلس کو نہیں چھوڑتا، ایک مرتبہ میں نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا انہوں نے اس کا صحیح جواب نہیں دیا تو میں نے ان کی مجلس چھوڑ دی اور ابو یوسف کی مجلس اختیار کر لی، ابو یوسف نیک انسان تھے، ہمیشہ رورہا کرتے تھے۔

(ان زبان کی کتاب شہادت کتبہ خاندانہ میں مشرق میں نبرائے کے تحت موجود ہے) (۳۶)

قاضی کو بیچ نے اسرار فقہاء میں حسین بن محمد بن ابی شمر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف حیرہ میں ابو شمر کے لیے لکھنے کا کام انجام دیتے تھے۔

محمد بن ابی طالب سے مروی ہے، انہوں نے عمرو بن حفص بن غثیت سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ قاضی بن ارحطہ، امین اللہ نہیں کراتے تھے اور ابو یوسف ان سے سوال کیا کرتے، جب حجاج جانے لگتے تو لوگ ابو یوسف کے پاس جاتے وہ اپنی یادداشت سے سب کچھ ادا کر دیا کرتے۔ حفص کہتے ہیں کہ میں وہی لکھتا تھا جو میرے سینے میں موجود ہوتا۔

(۵۵) جو کسی حکومت میں تھیں قاضیوں نے اپنی حکومت میں جس کام میں کاغذ بنی، عمر بن ابی اسلمہ کے ہاتھ میں دے دیا، یہ ایک قصہ درج کر کے حکومت میں باور تھوڑا دینے کا راوی، اس کا بیان قاضیوں کے ہاتھ میں لوگوں کا دروازہ حکومت کے داخلی معاملات میں ہوتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حکومت کا ان کو سپاہیوں کو اور ۸۳۷ء (۲۳۳ھ) میں ۱۳۶۲ء (۲۳۱ھ) تک مسلسل ایک سو چوبیس برس حکومت کی، اس مدت میں اس نے ۲۳۳ سالوں نے حکومت کی، ان لوگوں کو اس کے ان کے اہل کی طرف نسبت کی جوتے تھے، ان کی ان پر جو کچھ لکھا اس سے کیا جاتا ہے کہ سلطان قاضیوں نے فقہ کے برجہ میں اس لیے فقہاء کو کما ایک دیگر قسموں اور شری

ابو عبد اللہ محمد بن ابی اسلمہ بن حنیفہ و اصحابہ میں اور حافظ ابو القاسم بن ابی العوام نے صفحہ ۱۱۱ میں حنیفہ و اصحابہ میں ابو یوسف کے مناقب کا پوری طرح ذکر کیا ہے۔ خطیب بغدادی ہے، اس سے ہر متعلق کچھ غلطی کے باوجود (جس کا بیان میں نے اپنی کتاب مناقب میں کیا ہے) ابو یوسف کے مناقب سے چشم پوشی نہیں کرے بلکہ انہیں باتوں کا ذکر کیا، جن میں سے بعض بطریق غلطی اور صوری ذکر نہیں ہیں۔ خوف خدا کا پاس کیے بغیر کچھ ہے بلکہ اور وہی کا ذکر بھی غیر معتبر اساتذہ کے ساتھ کیا ہے۔ موثق کی کتاب مناقب ابی حنیفہ اور اصحاب قاضی برادرہ کی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں ابو یوسف کا ذکر کراہت کے ساتھ موجود ہے۔ یہی مدعی موثق کی نے وہ واقعات کا ذکر کرنا کہ اس کے ساتھ کیا ہے، جس سے وہ چل پر حرج رکھنے والے قاضی کے لیے کچھ اور حرج کو پرکھنا آسان ہو گیا ہے۔ وہم میں یہ حدیث وہی پر از یہ نے بغیر سند کے واقعات کا ذکر کیا ہے، ہذا واقعات کی تہ تک یہ سوچنے کے لیے اصول کی طرف رجوع سے چھٹکارا نہیں۔ مسند ابی حنیفہ کے مؤلف قاضی کبیر بن عوام کی شہادت سے متعلق کسی طرف کے کام کی گنجائش نہیں، ان کی کتاب کا ذکر پہلے آچکا ہے، یہ سنائی اور غلطی کے معزز اور اصحاب میں سے ہیں، اہل علم نے ان کا ذکر اور اچھے انداز میں کیا ہے، ۳۳۵ھ کے آس پاس ان کا انتقال ہوا۔ قاضی نے اپنی کتاب قاضی احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمارت سعدی المعروف بہ ابی ابی العوام (عمر ایسہ عس حنیفہ ابی القاسم) (یہ کتاب کے مؤلف ہیں) کے حوالے سے روایت کی ہے، اس کی سائل اور بچے کی صحت پر ہے، اس سے وہی شخص کا نام لے سکتا ہے جو ابی حنیفہ ہے، وہی شخص جس کے دل میں کچھ غلطی ہے۔ جس پر یہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مسند سب ابی حنیفہ کی روایت قاضی کے حوالے سے مسند ابی العوام یعنی مؤلف کے طور پر ہے۔ ذہنی نے اپنے جس جس میں مسند ابو یوسف کا ذکر کیا ہے اس میں بڑے فوائد ہیں۔ اسی طرح ابو القاسم قرطبی اور عاصم بن علی بن قیس قاضی بن مسعود کا ذکر کیا ہے اس میں بھی بڑی مفید باتیں ہیں، اسی طرح زبیلی نے بھی ابو یوسف کے مناقب سے متعلق ایک طبعہ دیکھا ہے۔ ہم اپنے اکثر ائمہ کی تعریف میں اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علم سے نصیب پہنچائے۔

امام ابو یوسف کی تصنیفات

امام ابو یوسف کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، اہل علم نے ان سب کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے مگر جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ان میں سے الانسار ایک ہے، اس میں فقہی دلائل کا بیان ہے، اس کی اکثر روایتیں ابو حنیفہ سے مروی ہیں۔ ابو یوسف کی ایک مسند بھی ہے، کتابوں میں ان کے حوالے سے اس کا ذکر ملتا ہے، ہمیں اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا، ہم تک پہنچنے والی ایک کتاب اختلاف اس اسی جہمی و اسی حبیہ ہے اور ایک دوسری کتاب الرد علی سیر الاواریعی ہے۔ کتاب البعاج یہ ایک دوسرا ہے جو انہوں نے رشید کو احکام اموال سے متعلق لکھا تھا، اسی کی فرمائش پر اس کی تالیف بھی کی۔ کتاب کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق بیان کرنے میں وہ کسی کی پروا نہیں کرتے ہیں۔ ان کے چاہتے ہیں کہ کسی نے بھی اس طرح کی کتاب ترتیب نہیں دی بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ اس جیسی کتاب کبھی ہی نہیں لکھی گئی تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ جو اس کتاب اور اس موضوع پر لکھی جانے والی دوسری کتابوں کا تقابلی مطالعہ کرے گا وہ اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رو سکتا۔ اس کتاب

(۵۷) اس مثنوی کی روایت موقوف کی گئی ہے، سند کے ساتھ امام ابو یوسف کے ہاتھ لگا کر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (دیکھئے مسند ج ۱ ص ۳۳۳) اور اس سے نقل کیا گیا ہے۔ جی سند سے ابراہیم بن زنی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو یوسف ج ۱ ص ۱۸۱ سند تھے انہوں نے فرمایا کہ مگر وہ پتہ نہ پڑا، یہ کہی جاتا ہے کہ اس سے حاصل کر دوں گے تم پر جو پتہ کا ابراہیم لکھیں گے، انہو حاصل کرنے کی غرض سے عمر بن عبد الستار حاصل کر دیا کہ اس نے تمہیں اس کو دیا گئے، اور ہم کام حاصل کرنے کی غرض سے تمہیں حاصل کر آئیں کہ اس کی وجہ سے ہر گز کی نہیں لکھ کے ساتھ مطبعت کرنی چاہیے گی (دیکھئے اختلاف المدون ج ۱ ص ۳۳۳، تاریخ المدون ج ۱ ص ۱۵۳، نہ تکرر الخلاف ج ۱ ص ۳۳۳، مسود اعلام السلا ج ۱ ص ۵۳، طبقات الفقہاء ج ۱ ص ۱۲۸)

کی چند شروحات بھی ہیں جس میں اس کے فوائد میں کی تشریح کی گئی ہے اور اس کے معانی کو اچا کر کیا گیا ہے۔

تفاریح اور محرموں سے متعلق بھی ایک کتاب ان سے منسوب ہے، وجودہ الکتاب المعصریۃ (قاجرو) اور شبہیدیل پاشا کی ماہری (آستانہ ترکی) میں موجود ہے۔ برکن مشرق جوزیف شاخت نے محمد بن حسن کے نام سے اس کو شائع کیا ہے۔

محمد بن اسحاق البیہقی لکھتے ہیں کہ:

اصول اور اہل میں ابو یوسف کی کئی کتابیں ہیں جن میں بعض درج ذیل

ہیں (۱) کتاب المصاۃ (۲) کتاب البرکۃ (۳) کتاب المصاۃ (۴) کتاب

القرآن (۵) کتاب المبیوع (۶) کتاب الحدود (۷) کتاب الوکالت

(۸) کتاب الوصایا (۹) کتاب المہید والذبح (۱۰) کتاب المصنوع (۱۱)

کتاب الاستبراء امام ابو یوسف کا املا (۵۰) بھی ہیں، جس کو قاضی بشر بن ولید

نے روایت کیا، یہ اہل بیتیں کتاب پر مشتمل ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب

استلاف علماء الامصار، کتاب فرد علی مالک بن انس و مسالقی

الخراج الی الرشید، کتاب المصاۃ و یحییٰ بن خالد کے لیے چالیس کتابوں

پر اس کو مرتب کیا، اس میں لوگوں کے اختلاف کا تذکرہ بھی ہے اور اس کے

ساتھ ساتھ جس رائے پر فتویٰ ہے اس کا بھی ذکر ہے۔ (۵۱)

محمد بن محمد بن جعفر الشافعی لکھتے ہیں:

ابو یوسف مشہور شخصیت ہیں، ان کا فضل و کرم ظاہر ہے، ابو یوسف کے ہم

نظیر ہیں، اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ ہیں، ان کے زمانے

میں کوئی بھی ان سے آگے نہ بڑھ سکا، علم و حکمت، سرداری اور قدر و منزلت

کے اہل دلی سے بڑھ کر تھے، مذہب حنفی میں اصول فقہ کی ترتیب دینے والی

پہلی شخصیت ہیں، انہوں نے احناف کے سائنس املا کرانے سے ترویج

دی اور اس طرح ابو یوسف کے علم کو چاروں ملک عالم میں پھیلا دیا۔

غیب نے بھی کچھ اسی طرح بواسطہ غوثی طہ بن محمد بن جعفر سے نقل کیا ہے۔ (۵۲)

ابو یوسف کو مذہب حنفی کے اصول فقہ کا واضع اول سمجھا جاتا اور امام حنفی کو مذہب شافعی میں

اصول فقہ کا واضع اول سمجھا، ان دونوں باتوں میں کچھ تضاد نہیں، بلکہ امام شافعی کا اپنی کتاب میں

اپنے قلم سے اصولی مسائل میں بھٹ کر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شافعی کو اصول فقہ کا

واضع اول قرار دیتا ان کے اپنے مذہب کے مطابق ہے۔ اتنا واضح امر ہونے کے باوجود اصول

احناف پر قلم اٹھانے والے بعض لوگ اس میں بے جا تکلف کرتے ہیں اور احناف کی اویٹ کو

جاہل کرنے میں جہارتوں کی ایسی توہینات پیش کرتے ہیں جس کی وہ تحمل نہیں ہوتیں۔ اگر کوئی

اس نظریہ کا رد ہی کرنا چاہتا ہے تو اسے صراحت کے ساتھ یہ کہنا چاہیے کہ اس کے اصل دینی

معزل ہیں، اس طرح وہ ان تکلفات سے بچا بھی جائیں گے اور رد بھی ہو جائے گا (اللہ تعالیٰ

ہمیں اپنی عالیٰ تہذیب میں رکھے)

ذہبی نے ابو یوسف کو مولیٰ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

حافظ ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر ابو یوسف بشر بن ولید کے ساتھ ابو یوسف کی کتاب میں

مشغول نہ ہوتے تو بصرہ میں سلیمان بن حرب اور ابو یوسف کی بیٹے۔ (۵۳)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو یوسف کی کتابوں کا ایک انبار تھا، کیوں کہ وہ اس طرح کتب اور

فقہی میں بڑی تیزی سے کام لیا کرتے تھے، کتنے ان میں ایسے ہیں جنہوں نے صحیح بخاری تین روز

میں مکمل کر لی، اگر ابو یوسف کی مکتوبات کی کثرت نہ ہوتی تو ابو یوسف کو مذکورہ شخصین سے نقلی سے

کوئی چیز نہیں روک سکتی تھی تاکہ وہ ان مکتوبات کے ذریعے اپنی سند کو عالمی بنا سکیں۔ بعض کتابوں کی

تعدد و جدیدیں ہونے کی وجہ سے ان کے مکتوبات ہو جانے کا گمان اور بھی بڑھ چکا ہے۔

کشف الظنون میں ہے:

ابو یوسف کے اہل بیتیں جو مکتوبات میں ہیں، (۵۴) اکثر جہاز حدیث کے ایک جز

پر مشتمل ہوتے ہیں ان کے زمانے کے اقتدار سے کتاب کا حجم بہت بڑا ہو گا، تاہم

ابھی ابھی قرطبی کا جو کلام گرامر اس میں اتنا اور بھی ہے کہ ابو یوسف کے مناقب

میں یہ بھی ہے کہ وہ بڑی بڑی مفصل کتابوں کے مصنف بھی ہیں، جن میں املا،

لبال، ادب، فاضلی (شیرین دوسیدہ کو لاکر دیا ہے) اگر دنا سک دیا میرا ہے، ہمارے شیخ
 نجفی انصاری جو کہ حرام کے واقعہ ہیں (حجرا سدی کی جانب کبہ شریف کے سامنے
 واقع کیا کرتے تھے) جب ۹۰۸ھ میں شریف زید آئے تو مجھ سے کہا کہ دو اس بات
 سے واقف ہیں کہ ابوسفرد رحمتہ اللہ علیہ کی جوشیں جلاہدوں میں ہیں ملک شام
 کے ایک شریف زید کے، سے میں ایک علیہ الدہری میں مسجور ہیں۔"

مفکون ہے یہ کسی خاص نامہ داری میں موجود ہو جیسا کہ ان زکون کی اسکو کتب الدوری
خاصہ خاہرہ دمشق کی ایک ٹیہرہ نامہ داری میں موجود ہے۔

اس عقیم اور ضخیم کتاب سے متعلق ۱۲۷۱ء سے پاس کوئی اطلاع نہیں۔ ممکن ہے یہ ان کتب کے

(۵۸) امام غزالی نے جو ۴۳۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، ان کی تعلیم کا وقت، ان کی سب سے پہلی تعلیم کے وقت کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے، لیکن ان کی تاریخ پیدائش (۱۳۰ھ/۷۴۳ھ) میں بھی غزالی نے

[illegible][illegible]

مطالع بن ابی لیثان نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ قسم ہے اور انسان کی شکل میں ہے اس کے جسم میں گوشت پوست و خون نہ ہوں اور نہ ہی کبھی ہے اور نہ جانور یا انسان جیسے اعضا اور نہ کادک کبھی ہے اس سب کے باوجود کوئی کبھی اس طرح نہیں اور نہ کوئی اس کی طرح ہے (الطحاوی معراج سادات) (پنج حاشیائے علم)

[illegible]

ولقد قال بعض العلماء المحققين التوحيد ذات غير متبعية للملوات ولا متعلقة من الصفات. ورواها الواسطي رحمه الله تعالى بهذا اللفظ ليس كذا ذات ولا كذا متبعية له ولا كذا متعلقة به ولا كذا متبعية له ولا كذا متعلقة به. ولعل ذلك المتقدم أن يكون لها صفة حادثة. كما استحال أن يكون للملوات المتبعية صفة قديمة. وهذا كله مغيب لعل الحق والصفة العينية وحسب الله تعالى عنهم. (فانسخ لا يحكم القرآن، سرور شريف، ٢٠٠٤، ص ١١)

[illegible][illegible]

[illegible]

عرب سے حقیقی نزاع کی اتنی زبردست گھنٹوں کے بعد اس کی اور ترقی و تامل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمام کام سرکاری کاؤں کی اس نظر سے کرتے کہ ان میں موضوع کی حیثیت رکھتا ہے کہ کارٹا سٹری سے سرکاری مل کی ملا۔

اسم اعظم اور لیکچر کا مرکز عرب سے الگ ہے اور وہ عثمان کی ایک حد تک جلال کا مرکز ہے۔ یہاں بھی حق کی ترقی کر کے یہ بتا دے کہ تمام اہل عرب جس اور اس کے قائل ہیں وہ اہل ملت ہے، اگر افریقہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں

فیصل و اسفل میں ہے کہ عرب اہل ملت ہے کہ عثمان اہل ملت کے حوالے سے چاہے وہ عربی ملک کا تھا تو انہیں اس کی بحث

قانونی یا اہل ان پر کیا ہو سکتا ہے۔ اس کی طرف اس خطبہ اور ان کے اسباب کا عربیہ اہل ملت کے لیے یہ بات سارا

ماسب حالات سے انہیں عربی کی جماعت میں شمار کیا ہے۔ کامل ان کی وجہ سے کہ اسلام اہل ملت سے جب یہ کیا

تقدیر بھی کی کہ ایمان اس اور اس میں کوئی اور دو تعلق نہیں ہوتی ہے ان کے کھٹانے سے یہ بتا دیا کہ اہل ایمان

موجود ہیں، عربی اہل ملت سے حقیقی حوالہ کی طرف یہ بتا دیا کہ کائنات کی جیسے جیسے ترقی اس کی ایک حد تک ترقی ہو

اس کی ہے کہ وہ اسلام کے تقویٰ اور سحر کی زبردست مخالفت کرتے ہے جسے اسلام کے دوسری مغز کی مخالفت کرتا

اس اور اس کی کہہ دیتے ہیں، یہاں خود بھی اس کا وجہ یہ فرقہ کی بحث تھا لہذا ایک جگہ نہیں کہ اسلام اہل ملت سے یہ تقب سحر

اور مذہب کی کی باتوں کا تعلق ہو (فیصل و اسفل ص ۱۶۸)

جو روکا کٹر بڑی بڑی کتابوں سے ہم محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ غلبہ کو سلف کے ترث کا بدلہ عطا فرمائے۔ جو بارے سامنے موجود ہے وہ کبھی کافی ہے اس میں ہدایت اور توجہ کی باتیں بھری ہیں۔ یہ بارے کام کی اس وقت ہوں گی جب ہم ان سب پر عمل کریں اور ان کی ہدایت کو قبول کریں۔ جو ہدایت طلب کرنا چاہے لہذا اسے ہدایت عطا فرمائے۔

(۱) مطلق موردِ مکررہ میں کاتب اور تک غفری دیکھنے کے لیے مآثرات کی کتاب خطہ اعلیٰ الفرائض و حدیث و احکام جلد اول
جز ۱ کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ اگر آپ اس کا مآثر مطالعہ کیجیے۔

بیان کر دی ہیں، حلال و حرام کا بیان بھی کر دیا ہے، اور فرمایا اَللّٰهُمَّ
اَكْمِلْ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمِمْ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ رَحِمْتَ لَكُمْ
الْاِسْلَامَ ﴿۱﴾ (آل بقرہ ۳) (ترجمہ: آج میں سے تمہارے لیے
تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اپنی امت کا اتمام کر دیا اور تمہارے لیے دین
اسلام سے (راستی ہو گیا) جو قرآن میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو، جو حرام
ہے اس کو حرام سمجھو، قسم قرآن کے مطابق مکمل کر دو، اس کے خلاف پر ایمان
لاؤ، اس میں بیان کر دیا وہاں سے بہرے حاصل کرو، اگر دین کے بارے
میں بحث و مباحثہ اور خصوصیت متوالی کی عزت ہوئی تو بے سے پہلے نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد صحابہ کرام سے بحث و مباحثہ ضرور ہوتا۔ ان
لوگوں نے دین سے متعلق کسی طرح کا جدل نہیں کیا اور نہ ہی اس کے
مسائل میں الجھے، باب انہوں نے فقہی مباحثے میں بڑھ چڑھ کر حصہ
لیا، فرافض، مفازع، مرجع، طلاق، حلال و حرام میں اختلاف کیا، دین میں کوئی
اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی اس کے مسائل میں الجھے، خوف الہی اور اطاعت
ربانی پر قائم رہے، سنت پر پختگی سے عمل کرتے رہے، یہی ان کے لیے
کافی تھا، سنے لوگوں نے دین میں بحث و مباحثہ اور خصوصیت کی جو طرح
ڈالی ہے اس کو چھوڑ دو، کیوں کہ سنت پر پابندی سے عمل کرنے میں ہی

(۱۷) حدیث مطہرہ: ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اپنے ساتھ ساتھ تھوڑی سی
چائے پیو، اس کے دل میں تین سو اربع سو تیس سو سو سے لے کر سات سو تھوڑی سی
چائے پیو، اس کے دل میں تین سو اربع سو تیس سو سو سے لے کر سات سو تھوڑی سی
چائے پیو، اس کے دل میں تین سو اربع سو تیس سو سو سے لے کر سات سو تھوڑی سی
چائے پیو، اس کے دل میں تین سو اربع سو تیس سو سو سے لے کر سات سو تھوڑی سی

(۱۸) اَللّٰهُمَّ اَكْمِلْ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمِمْ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ رَحِمْتَ لَكُمْ
الْاِسْلَامَ ﴿۱﴾ (آل بقرہ ۳) (ترجمہ: آج میں سے تمہارے لیے
تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اپنی امت کا اتمام کر دیا اور تمہارے لیے دین
اسلام سے (راستی ہو گیا) جو قرآن میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو، جو حرام
ہے اس کو حرام سمجھو، قسم قرآن کے مطابق مکمل کر دو، اس کے خلاف پر ایمان
لاؤ، اس میں بیان کر دیا وہاں سے بہرے حاصل کرو، اگر دین کے بارے
میں بحث و مباحثہ اور خصوصیت متوالی کی عزت ہوئی تو بے سے پہلے نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد صحابہ کرام سے بحث و مباحثہ ضرور ہوتا۔ ان
لوگوں نے دین سے متعلق کسی طرح کا جدل نہیں کیا اور نہ ہی اس کے
مسائل میں الجھے، باب انہوں نے فقہی مباحثے میں بڑھ چڑھ کر حصہ
لیا، فرافض، مفازع، مرجع، طلاق، حلال و حرام میں اختلاف کیا، دین میں کوئی
اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی اس کے مسائل میں الجھے، خوف الہی اور اطاعت
ربانی پر قائم رہے، سنت پر پختگی سے عمل کرتے رہے، یہی ان کے لیے
کافی تھا، سنے لوگوں نے دین میں بحث و مباحثہ اور خصوصیت کی جو طرح
ڈالی ہے اس کو چھوڑ دو، کیوں کہ سنت پر پابندی سے عمل کرنے میں ہی

خلافت ہے، جو لوگ اس پر عمل کرتے رہے اللہ کے علم سے وہی لوگ
بچتے سے محفوظ رہیں گے، جو لوگ سنت پر عمل کرتے رہے انہیں اچھی
طرح سے رہے کہ اس کے خلاف چلنا غلط ہے اور اس میں سہمائی بھی نہیں،
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہر شے کا رد و ادا و آیات اللہ بنحو صحت
فی آیاتہا فاصروہ عنہم حتی یخروجوا فی حدیث غیرہ
﴿۱﴾ (احزاب ۶۸) (ترجمہ: اسے نبی جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو
ہادی آثار کی نکتہ چینیوں میں پڑتے ہیں تو آپ ان سے اعراض
کریں، جب تک کہ وہ کسی اور بات میں نہ لگیں) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو
قرآن میں بدل اور محبت کا بیان فرماتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور ایسا
کرنے والوں کو بھی سکھایا قرآن میں ہے وَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى
يَخْرُجُوا فَوَاسِيَ غَيْرِهِ اَللّٰهُمَّ اَكْمِلْ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمِمْ
لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴿۱﴾ (ترجمہ: ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اس بات میں
چھوڑ کر دوسری باتوں میں نہ لگ جائیں، اور نہ ہی انہیں کی طرح
بوجھ ڈالو) اور ایسا انسان حاسوک فقل اسلمت و جہی للہ
و من اللہ ﴿۱﴾ (آل عمران: ۲۰) (ترجمہ: اگر وہ آپ سے محبت کریں تو
آپ ان سے گنبدیں کہ میں نے اور میرے سامنے والوں نے اپنا اللہ
کے سامنے بھلا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "حاجبہم" کہ نبی
آپ بھی ان سے منہ نہ کرے۔

اور انہیں بن چاندی سے ملے، جس بعد سے حوائے سے بیان کیا کہ

ابو یوسف سے ایک شخص نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کلام میں
تاویل کر کے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو آپ اس کی گواہی کو چاہتے

تھے، یہ بات غلط ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (جو لوگ "زنا" میں مرتکب ہوئے، انہیں عطا کیے گئے، یہ
غلطی ہے، ان کو بچے عطا دیئے گئے، اور اگر وہ شرعاً گناہ کرتے۔ (مؤلف)

نہیں نے اس مسئلے پر، حقائق الحق میں تفصیل گفتگو کی ہے۔

مسئلہ وقت سے متعلق محمدی نے بعض بنیادوں کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف جب کوثر سے بغداد آئے تو اوقاف کی سطح سے متعلق ابو یوسف کے قول پر تھے یہاں تک کہ اسماعیل بن علی نے "سبام خیر" کے صمدی سے متعلق حضرت عمر کا قول (۶۵) بواسطہ ابن عون (عن ابن عباس) بیان کیا تو ابو یوسف نے کہا یہاں یہ قول ہے جس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا، مگر ابو حنیفہ تک یہ بات پہنچی تو یہی قول کرتے اور اس کی قاطعیت نہیں کرتے۔

محمدی نے بکار بن خلیفہ کے حوالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف ہارون رشید کے ساتھ اپنے سفر حج میں بھرا آئے، اس وقت تک وہ اوقاف کی سطح سے متعلق ابو یوسف کے مذہب پر تھے، بھرا میں جب بھی کوئی اونچی زمین دیکھتے تو اس کے بارے میں سوچتے، انہیں بتایا جاتا کہ یہ زمین صحابی رسول میں سے کسی نے وقف کی ہے اس سے ان کے دل میں کچھ خیال پیدا ہو، پھر گھسنے لگتے تو وہیں صیہ کرام کے بیکو صدقات دیکھے، پھر جب بغداد آئے تو اوقاف کی سطح سے متعلق جو بحث بھی من کھل میں ختم ہو گیا۔

ابو یوسف نے موطا کا مطالعہ اس وقت کیا جب اسد بن فرات نے اپنے نئے کی اجازت انہیں منورہ دی (۶۶) محمد اس (منازلے) کو "خوشبوئے عم پر اکٹھا" سے تعبیر کرتے تھے۔ کیوں کہ ابو یوسف مالک کے پاس سفر کر کے نہیں گئے تھے جب کہ عمر سفر کے امام مالک کے پاس گئے جیسا کہ معروف ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو یوسف کو امام محمد کی طرح موطا کی ضرورت نہیں تھی، کیوں کہ ابو یوسف کی نگاہ احادیث و آثار پر گہری تھی۔

خاصی کوٹنے نے، حصار الفصحاء میں بواسطہ محمد بن اسماعیل سنی طرف اہم سے روایت کیا کہ ہارون رشید جب مدینے آئے تو ان کے ساتھ ابو یوسف بھی تھے، مالک بن انس کو بلا بھیجا کہ اسے اہل مشن چاہتے ہیں کہ آپ ان کے پاس آئیں، امام مالک نے لکھ کر جواب دیا کہ امیر اہل مشن میں ہماروں، مگر امیر اہل مشن کچھ چاہتے ہیں تو لکھ کر بتا سکتے ہیں، ہارون رشید ابھی کچھ لکھنا ہی چاہتے تھے کہ ابو یوسف نے کہا "آپ کو کبھی کرا نہیں یہاں جانیے" ہارون نے بلا بھیجا، آپ "دار مروان" میں آئے، اپنے منصب کے اعتبار سے ہر شخص کے پیٹنے کا انتظام کیا کہ امیر اور امام مالک کے لیے کچھ پیٹنے کا انتظام کیا گیا۔ ابو یوسف نے ان سے پوچھا کیا خیال ہے آپ کا اس شخص سے

یاد۔ میں جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کبھی نقل نہیں پڑے گا؟ امام مالک نے کہا "اس کو مارا جائے گا" جس میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ پڑھنا شروع کر دے۔" راوی کا بیان ہے کہ اسی اثنا میں "اروں" گئے، ابو یوسف نے کہا "امیر اہل مشن نہیں نے مالک سے سنا اس مسئلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا "ہارون نے پوچھا جو بعد اللہ کیا آپ کی مکی رائے ہے؟ امام مالک نے کہا "نہیں، ابو یوسف نے کہا آپ نے ابھی ابھی یہ فتویٰ نہیں دیا؟ امام مالک نے کہا ہاں، مگر ابو یوسف غوطی میں اگر میں لٹل ترک کرنے کا فتویٰ دوں گا تو وہ فرض ترک کرنے کا فتویٰ دے دیں گے، جہاں مالک آپ کی بات ہے تو مجھے اس کا کچھ خوف نہیں۔ جب مالک لنگھ کر ابو یوسف بھی ان کے ساتھ گئے، وہ ابائی کی وجہ سے ان کے کانٹے کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ مالک کہتے رہے آپ دایس پاس آپ دایس پاس، ابو یوسف ان کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ گھر پہنچ گئے۔

دیکھتے تھے ابھی بن اسماعیل سنی اور محمد بن عباس کا کالی کے حوالے سے بواسطہ عبد العزیز بن عبد اللہ ابھی مالک سے روایت کیا کہ:

انہیں معلوم ہوا کہ ابو یوسف کے پاس کوئی شخص یہ مسئلہ پوچھنے آیا کہ نہیں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں جو رہ (بغی) خریدوں تو میری بیوی کو طلاق۔ یہ میرے اوپر بڑا گراں گزرا، پہلے کیوں کہ نہیں اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا ہوں اور میرے دل میں اس کے لیے بڑی جگہ ہے۔ ابو یوسف نے کہا: شقی خریدو، اسے کچھ دینا چاہتے ہیں۔

جس سے مالک کو یہ روایت پہنچی اس نے اس میں ضبط سے کام نہیں لیا کیوں کہ سوال اس میں تھا کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے گا ازداد کرے کہ وہ جو یہ نہیں خریدے گا تو سے حکم دیا کہ قسم کھاتے وقت جو یہ سے قسم کی کیت کر لے۔ ابن ابی شیبہ میں بھی آئے ہیں ابن ہدی کے بیان یہ مالک اور ان کے علاوہ سے باطل روایتیں کرتے ہیں، جو کچھ صرف مصططرب حدیث ہیں (۶۷) اور سنی پر محمد بن شین نے کام کیا ہے، جیسا کہ مسند ابن ابی حاتم میں ہے، جہاں تک کالی کا سوال ہے تو وہ ابن منادی کے نزدیک پندہ ہیں، اور عبد العزیز کی طرف سے متعلق ازداد و کتا ہیں۔ سہرا علیہ روایت بلاغات (۶۸) کی قبیل ہے۔

دوسرے مصالح سے سماع حدیث میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی، صاحب
مغازی محمد بن اسحاق کو فہ آئے، ہم لوگ ان کے پاس گئے اور مغازی کی
سماعت کی درخواست کی، تو انہوں نے ہماری درخواست قبول کر لی، اس
درمیان میں ابو یوسف کی مجلس میں شریک نہیں ہو سکا، ایک مہینے مسلسل ان
اسحاق سے مغازی سماعت کرتا رہا، جب اس سے فارغ ہوا تو ابو یوسف کے
پاس آیا، ابو یوسف نے پوچھا "یعقوب یہ بھی کوئی جہا ہے" میں نے کہا ایسا
کیونگی نہیں، موت یہ تھی کہ محمد بن اسحاق نے جی یہاں آئے ہوتے تھے،
موقع خیمت مجھ کر ان کی مغازی کی سماعت میں مشغول ہو گیا تھا، ابو یوسف
نے مجھ سے کہا "اے یعقوب اگلی بار جب آپ ان کے پاس جائیں تو
پوچھیے گا کہ معرکہ طائوت و جالوت میں طائوت کی قوت کا انکو دست کون
تھا اور جالوت کے حملہ سے کس کے ہاتھ میں تھے؟" ابو یوسف نے کہا
ان باتوں کا چھوڑیے، یہ کیسی بات ہے کہ ایک شخص بھی برتری کا دعویدار ہو
اور جب اس سے پوچھا جائے کہ جنگ بدر پہلے ہوئی یا احد تو اسے اس کا
کہہ دیتا ہے۔ (۷۰)

ذکورہ بالا ایلی جگہ مسلم ہے اور اس سے ابو یوسف کی ذات پر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا یا
پر طاعت نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے محمد بن اسحاق سے مغازی سماعت کی، اس بات پر بھی کون
طاعت نہیں کہ ابو یوسف نے ابو اسحاق کے علم مغازی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا، ابو یوسف نے مغازی
فہمیں جس قدر شخصیت سے حاصل کیا، جن کے علم و فضل کا اعتراف ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ صبر
نے کیا تھا، یہ اور بات ہے کہ مغازی ہی پر انہوں نے ہزاروں صرف نہیں کیا۔ مذکورہ روایتوں
میں ابو یوسف اور ابو یوسف میں سے کسی پر بھی عین نہیں اور نہ ہی اس کی سند پر کوئی اعتراض
ہے، تاہم ابن عساکر نے معانی الجفری کی التحسین الصالح کے حوالے سے بلا سند جو بات نقل
کی ہے اس میں خیریت ہے، کاش اس میں سند کا ذکر ہوتا تو اس کا مصدق قارئین کے سامنے واضح

ذاتی اور اس جھوٹ کی بنیاد پر لوگ اس روایت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے۔

الجلس الصالح میں مذکور بعض سند کے ساتھ مجلس ترمین میں اس طرح ہے:
ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن زید مرقی نے، ان سے روایت کی محمد بن
خزیمہ نے خیرا پور میں، ان سے مرقی نے، ان سے شافعی نے، کہ کاشی ابو
یوسف محمد بن اسحاق یا کسی اور کے پاس مغازی کی سماعت کے لیے گئے جس
کی وجہ سے چند روز ابو یوسف کی مجلس میں شریک نہیں ہو سکے۔ جب وہ آئے تو
ابو یوسف نے کہا ابو یوسف جالوت کا حملہ ان شخص کے پاس تھا، ابو یوسف نے
کہا آپ تمام ہیں اگر خاموش نہیں ہوئے تو خدا کی قسم تم لوگوں کے سامنے
آپ سے یہ سوال کروں گا کہ بدر کی جنگ پہلے لڑی گئی یا احد؟ کہیں کہ آپ کو
یہ پتہ نہیں کہ کون کی جنگ پہلے لڑی گئی، پھر ابو یوسف خاموش ہو گئے۔

ان دونوں روایتوں میں فرق بالکل واضح ہے، ابھی سے جھوٹ کا پلندہ جو چھپائے نہیں چھپتا،
الجلس الصالح کی روایت سن گھڑت ہے۔ اس پر ایک زبردست قرینہ حالیہ ہے، کیوں کہ ابو
یوسف کے اصحاب نے مسند اسی حیدرہ میں ابو یوسف کے حوالے سے حضرت عمر کا اپنے
میں مدنی صحابہ کو مدثر غزوات میں شریک ہونے والے اصحاب پر نفی دینے کا ذکر کیا ہے۔
ابن جریر کن تبت و لحد نصر حکم اللہ بھرو والتم اذلة بھی روایت دونوں ابو یوسف کی طائوت
کا کرتی تھی، یہ وہی آیت ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا نزول غزوہ احد کے
پر ہوا، اس طرح کی باتیں تو سطور اعلیٰ علم سے پوشیدہ نہیں تو جو امام احمد اور شیخ المصنف ہوں
کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔

ابو یوسف نے تو السیر الصغیر اپنے اصحاب کو لڑا کر دلی ہے، جس کا ارادہ زامی نے کیا اور
بدر کی طرف سے ابو یوسف نے ہی جس کا دفاع کیا۔ پھر ایسا کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ ابو
یوسف کی نظر میں ابو یوسف مغازی اور تاریخ میں اس قدر بے علم طبریں کہ ابو یوسف ان سے یہ
سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ بدر پہلے ہوئی یا احد؟ جب کہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے
میں پڑھنے والے بعض طالب علم بھی آتشا نہیں، یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ ابو یوسف نے

خلیب کی تاریخ بعد از دہائی کی میران الاعتدال اور ابن حجر کی اسان السیر کا مطالعہ کیجئے۔

محمد بن محمد الشہر نے ان کے بارے میں کہا "نفاش حدیث کے بارے میں جھوٹ بولا کرتے تھے" انہوں نے اکثر قصوں کا ذکر کیا ہے۔ برقانی نے کہا "نفاش کی قسم حدیثیں منکر ہیں، ان کی تفسیر میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں"۔ اب لکائی نے کہا ان کی کتاب شفاء الصدور (یعنی دلوں کو علاج کرنے والی) جو پاکت کے دہانے پر ڈالنے والی ہے یہ کہ شفاء الصدور (یعنی دلوں کا علاج کرنے والی) ہے۔ خلیب نے کہا ان کی حدیثوں میں مشہور سند کے ساتھ بہت ساری منکر باتیں ہیں، انہیں نے کہا "وہ کذاب ہے" ہوائی نے ان کی تعریف اس لیے کی ہے کہ دوری کی وجہ سے نفاش کے حالات کا ان کو صحیح علم نہیں ہو سکا۔

یہ تو بیٹے نمونہ از خوار ہے جس کا آپ نے مطالعہ کیا۔ یہی لوگ ہیں جو ائمہ اہل علم پر لکھتے اٹھتے ہیں یا الکی روایتیں ذکر کرتے ہیں جن سے ان کی حیثیت عرفی مجروح ہو مگر حقائق کو بھی چھپا یا نہیں جاسکتا۔

اپنے استاذ کی بے ادبی کی ہے اور یہ بھی گمان نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ابو حنیفہ نے جس طرح ہم حاصل کرنے میں ابو یوسف کا بانی اور ملکی تھیں اس کے لیے ابو یوسف، مجتہد سراپا پا کر رہے تھے اور اپنے استاذ کی عظیم دگر میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں چھوڑتے۔

مگر کیا کیا جائے ان عثمان کو تو ایسی روایتیں لکھنے میں حرا آتا ہے جن سے امام الامری حیثیت مجروح ہوتی ہو، خواہ وہ روایتیں کسی عی گزری کیوں نہ ہوں، وہ تو حدیث بن غرد (جس کا حال واضح ہے) جیسے شخص سے سیر کے ہونوں والا اہل نوبی قصہ لکھنے میں بھی ذرا دریغ نہیں کرتے، اور اسی طرح قنار کی نماز والے قصے (اے) کو لکھنے میں بھی ذرا دریغ نہیں کرتے، جس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اس میں وہی شخص شک کر سکتا ہے جس کے دل پر پردہ پڑا ہوا ہے، جب کہ یہی ابن عثمان کسی بھی ایسی روایت سے گریز کرتے ہیں جس سے ان کے امام کی حیثیت مجروح ہوتی ہو۔

جہاں تک صاحب المجلس الفصل کی بات ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے ہی یہ ذکر کیا ہے کہ مامون نے امام شافعی کو تیس رطل غیفہ پہنے پر ابھارا، امام شافعی نے بیٹھی دیکھی اس سے ان کی مجلس متاثر بھی نہیں ہوئی جیسا کہ لسان السیر لکھ بھی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مامون کے بعد خلافت میں امام شافعی کی ملاحقات ان سے کبھی ثابت ہی نہیں نہ کروا دیتے کی طرح یہ بھی محض من گھڑت ہے۔ اگر ابن عثمان سند ذکر کر دیتے تو ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی اور یہ مامون کو روایت کی حقیقت کا پتہ چل جاتا۔

جہاں تک معافی جریہ کی بات ہے تو وہ ان باطلین میں سے نہیں جو غور فکر کرنے کے بعد کسی چیز کو نقل کرتے ہیں، ان کی کتاب میں تنجید کی اور مزاج دونوں ہیں، طائف و حراف اور حکایات مضحکات کا مجموعہ ہے۔ انہوں نے اس کی بھی پروا نہیں کی کہ وہ قصہ خواہ کنسی ہی گھٹیا سند سے ہے اور خواہ وہ قصہ بڑے بڑے امام کے بارے میں ہو، ان کی کتاب ان کی کتابوں کی طرح ہے جن کے مصنفین واقعات نقل کرنے میں تحقیق نہیں کرتے۔

اس واقعے کی سند میں محمد بن حسن بن زید مرقری ہیں، یہ نفاش ہیں اور ان کا کذب مشہور ہے، تفسیر میں ان کی کتاب شفاء الصدور ہے۔ ان کے بارے میں تفصیل چاہنا ہوتا

بعد وقت میں آیا۔ ممکن ہے ابو یوسف وہاں مجلس سے کسی شخص کے ذریعے ہمارے گھر آیا ہو
 اور جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔

یہاں یہ امر غلط نہ تھا کہ جس نے ان دنوں کا حال میں سے جوئے، رانی، سو ۲۸
 میں کیا یا نہ کیا، انہی کی روایت کی فضیلت سے اور انکی تصنف و توثیق میں اس میں سے یہ
 ہے۔ ۱۰۰ سنہ کی وفات میں کارکن تھے اور ان پندرہ سو کی (جیسا کہ بیان ہوا) معصرت
 تھے۔ ۱۰۰۰۰۰ میں اس ملاقات کی خبر نہیں۔ محمد بن حسن کی طرف جس ظلم کی بہت سی کی
 تھی اس کا بھی حقیقت سے بالکل تحقیق نہیں کیا کہ اس نے علی شافعی کو اس اثر سے بچا
 تھا۔ شافعی نے بعد میں اسے اس وقت پر مدعی ہونے کا سب سے براہِ رحم حاصل کیا۔ یہ شافعی کے حذ
 وقلبی سے تھا۔ اس وقت صامت کے لیے پھر اور بھی نہیں ہو سکتے کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ
 اس نے اس سے حسد کیا ہے۔ یہ بھی کہ شافعی اس وقت اس کے فضل کا اعتراف کیا کرتے تھے۔ یوں
 علی بن محمد شافعی محمد بن حسن کی وفات کے چھ سال بعد جب ۹۵ھ میں اصرہری دار عراق آئے تو اس
 اور جہاں کا دعویٰ یا اور اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو جان دیا۔ ان سب کی توجہ میں نے اپنی کتاب
 میں لکھی۔ حدیث احمد اور سب صحابہ وغیرہ میں ہے۔ یہ تو عراق کی روشنی
 میں ہے۔ ۹۳ھ میں عراق میں شافعی کی ملاقات ابو یوسف اور محمد بن حسن سے ایک سال بعد
 ان کی مجلس میں وہی دنوں میں ان کی مجلس میں رہنے کی سازش کی جا رہی تھی اور اب غیور
 نے اپنے ساتھ آنے کا حکم دیا۔ انہی صنفی اور سنی جیسے افراد نے یا ہے ان سب اس جیسے
 حضرت ابن عمر سے ایک اور عرب قصبے قس نے میں کوئی رافضی نہیں رہتے تو پھر اس میں کیا
 حجت ہے کہ یہ ملک میں غریبی و فساد ہوئی اور رافضی جیسے لوگ اس سے دھوکے میں
 آجائیں اور اس پر قہر کرے۔ اب مذہب کی ترجیح کے بیان میں اس جیسے قصبے کو قس
 کریں۔ آپ ۱۰۰۰ میں اس سب ابو حنیفہ کے خلاف نظر انداز کی گئے تھے۔ ان لوگوں
 کے دلوں یا کہ ہونے والے قصبے میں بیان کیا ہے اور درست ہے۔ اگرچہ کچھ مانا جیسا کہ ان معجزات
 کا کہنے سے تو کسی سے مفید و توفیق کے بدترین نتائج ہوتے مگر وہ اس طرف کی جہتوں اور ہے
 جاننا، تو اس سے بڑی ہیں اور اس کے جھوٹ و بھڑان پر خود وہ طوطا بدھل ہے اور توحش کی

کیا امام شافعی اور ابو یوسف کی ملاقات ثابت ہے؟

ابو یوسف کی ملاقات امام شافعی سے ملوں کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے ممکن ہے۔ ابو یوسف
 حجازی نے سند کے بغیر اپنی کتاب جامع میں ایک سند سے متعلق شافعی کا ابو یوسف سے
 سواں نقل کیا ہے۔ ساتھ ساتھ صاحب شافعی پر بھی مبنی سب وجوہ میں۔ شافعی کے مشائخ
 اسٹھ کیا گیا ہے (میں جن لوگوں نے شافعی سے اخذ روایت کیا ہے ان میں مذکور ابو یوسف حسن
 بن ابی ہاشم کا ذکر ابو یوسف کی خبر میں نہیں ہے۔ شافعی کے مشائخ کا ذکر کیا ہے تو اس
 کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ وہ دونوں بھی اکٹھے ہوئے ہی نہیں۔ اس میں کوئی حجت
 سند ہوتی تو کہا جاسکتا کہ امکان لگا کافی تھا مگر اس روایت سے کہ وہ دونوں کا اجتماع
 ثابت نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل عبارت میں "یوسف" تھا اور "ابو یوسف" کا اضافہ ہو گیا۔ یہ
 یوسف بن محمد بن جوہر کا امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں۔

جہاں تک ان دونوں کی اپنی کتاب میں اور سند میں یہ دعویٰ کرتا کہ امام
 شافعی نے ابو یوسف سے رشیدی موجودگی میں چند مسائل پر مدینہ منورہ میں اور ایک مسئلے پر مد
 مکر میں مناظر کیا ہے تو اس کا بیان میں نے اپنی وجہ سے صحیح حدیث میں ۱۰۰۰ اور اس
 کرایا ہے۔ یہاں اس سے کہا کہ اس کی کوئی ضد نہیں ہے کہ اس کا تعلق نہ تھا، لکھنا شروع ہے۔
 یہ دعویٰ کرتا کہ شافعی کی ملاقات ابو یوسف سے ۸۳ھ میں رشیدی مجلس میں اس وقت ہوئی
 جب وہ ایک سفر کے لیے عراق پہنچے جس کو عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ بن موسیٰ بن رے روایت
 کیا ہے۔ یہی صحیح نہیں کیوں کہ ابو یوسف کی وفات میں ۱۰۰ سنہ سے دو سال پہلے ہو چکی تھی۔ یہاں بھی
 کہیں کہ مرنے کے بعد انہیں دو روزہ زندہ نہ رہا گیا ہو اور دونوں کی ملاقات ہوئی ہو جس کے بعد بھی

نصیحت بیان کی۔ جب میں بصرہ آیا تو اس کی صحبت اختیار کر لی۔ اسی وقت جب بھی اسے یاد آئے
تہ کر آیا تو مجھ کو کھینچ کر برائی بیان کر دیتے۔

میں ایک دن اس کے پاس تھا کہ یہ عورت تکی اور اس سے یہ درخت۔ سے قحی کر۔
ن سے بیٹھ کر بالائی میں اس کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ دوسری طرف دوسری طرف سے بیٹھ کر
بھی بیٹھ کر اس کے پاس سے اس کی اس میں دو ایک ایک شخص میں تھے میں نے اس
سے کہا اے اہل اس میں آپ اس میں سے کہیں کہ وہ بصرہ میرے پاس ہے۔ اس میں وہ اس
کا چھوٹے ایک ہی گیا درخت کا کنارہ۔ وہ ایک درخت کے نیچے پر تو اسے جس میں نے اس
سے کہا اس کی ضرورت نہیں ہے آپ اس میں بیٹھ جائیں۔ اس نے یہ جواب دیا۔ اس
میں لکھ کر فارغ ہو گیا تو غصہ ہوا تو اس نے اس سے پوچھا کہ وہ بہت پتہ دیا، پھر سب سے
آپ نے یہ کہاں سے سیکھا اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے کہا کہ اس کا سر آپ نے پان
تہا ہے تو آپ کچھ کچھ برائی کر ہی دیتے ہیں۔ در نہیں نے مجھے رخصت ہوتے وقت یہ نصیحت
بھی کی تھی کہ بصرہ میں آپ کے ملاؤ کسی دینی صحبت اختیار نہ کریں۔ اس نے پوچھا کہ وہ
میں امیر اہم سے کہا کہ بصرہ میں اس پر مشرک ہو گئے اسے اس سے بعد جب بھی اس کا
کرتے تو اچھی کے ساتھ کرتے۔

اس واقعے میں اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ بصرہ میں یہاں روایت کے متعلق تہ
مختلف حجاج رکھتے تھے۔ دوسری طرف ابن جریر نے اس میں صدر بھی پتہ چلتے کے اس کے
کی برائی کا کوئی موقع بھی بن کے اس سے کچھ سے کہیں تو یہ بات اس سے ہوا وہ نصیحت
سنا تھا وہ سب برداشت کرتے رہے۔ اسے جب موقع ملا تو اسے بصرہ میں اس سے اس کے پاس
کا میاں ہو گئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے بعد بیٹھ کر اس کا صاحب کے پاس میں اس
درازی کا لنگل ہے چاہے۔

ابن ابی حوام نے بھی اس سے روایت کی انہوں نے ابو حرام سے انہوں نے جس بن موی
سے وہ انہوں نے بشر بن ابیہ کے کولے سے کہ بصرہ میں اس نے جس بن حسن نے بار سے میں فرمایا

۱۰۰ مکی روایت کو کہ میں جس میں رنگہ گی موی ہو اور جس کو ساق
کرنے کی ضرورت ہے۔

حسن بن زیاد کے بارے میں فرمایا

۱۰۰ میرے ایک ایک بے نیست کی طرح ہیں کہ جب اس سے کوئی
کسی دست آوردا کہ ہے تو وہ اسے رانے کی دوا دیتا ہے اور جب
روانے کی دوا مانگا ہے تو وہ اسے اسے رانے کی دوا دیتا ہے۔

بشر کے بارے میں فرمایا:

۱۰۰ وہ غور کرنے والی سوئی کی طرح ہیں جس کا کہ وہ نہایت ہار یکہ اور مدخل
لطیف ہوتا ہے اور بہت جلد ٹوٹ جاتی ہے۔

حسن بن ابی مالک کے بارے میں فرمایا:

۱۰۰ ایک ایسے اونٹ کی طرح ہے جس نے پارس کے انوں میں اپنے وہ
بہت زیادہ ہو جو اس کا رکھا ہو، جب چلے لگے تو اس کا بازو ایک بار دھر سے
اوجھ جائے اور پھر درست ہو جائے۔

۱۰۰ ابن جریر کے بارے میں فرمایا:

۱۰۰ میں نے اس کی طرح سے جس کے پاس سرحد دار و روم ہو وہ جب بھی
اسے چاہے تو پتہ نہ چلی واقع ہو جائے۔ (۷۷)

ابو یوسف کی حکمت آمیز باتیں

قرصی نے کہا امام قسمی نے اپنی مکتبہ میں بیان کیا کہ امام ابو یوسف کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اپنے رب سے اس طرح التجا کی

پروردگار! تجھے خوب معلوم ہے کہ جب بھی میرے پاس کوئی مسئلہ آیا تو پہلے نہیں نے میری کتاب کی طرف توجہ کی، اگر مسئلہ کتاب میں مجھے نہیں مل سکا تو میرے نبی کی سنت کو دیکھا، اس میں بھی نہیں پاسکا تو صحابہ کے اقوال کا سہارا لیا، اگر یہاں بھی نہیں مل سکا تو اہل حدیث کو اپنے اور میرے درمیان ایک پل بنالیا۔

پروردگار! تجھے پتہ ہے کہ جب بھی کوئی کمزور اور طاقتور میرے پاس فیصلہ کرانے آئے تو میں نے دونوں میں برابری کا برتاؤ کیا اور میرا دل طاقتور کی طرف مائل نہیں ہوا، پروردگار! اگر تجھے یہ سب کچھ پتہ ہے تو میری معجزہ سے شکر ادا کر۔

سید ابن جوزی نے مرآۃ ارحمان میں ابو یوسف سے نقل کیا کہ

کاش میں قصہ کا منصب نہیں سنبھالتا، ہم میں نے کبھی حکم و جور کا قصد نہیں کیا اور نہ ہی فریقین میں سے ایک کو دوسرے پر قوت و ضعف کی بنیاد پر ترجیح دی۔ پروردگار! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے تیرے بندوں کے درمیان بالقصد کوئی بھی قصہ فیصلہ نہیں کیا، میں نے احکام میں کتاب

(قرآن کریم) اور تیسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اجتہاد کیا اور جہاں کچھ اختلاف ہوا اپنے اور تیسرے درمیان ابو حنیفہ کو کھڑا کر دیا، ابو حنیفہ کو تیسرے حکم کو زیادہ علم تھا اور وہ تیسرے حکم کے بہترین نکتے تھے۔ (۷۹)

ابن ابی حمزہ نے خود ہی کے حوالے سے نقل کیا وہ کہتے ہیں میں نے جس بن عبد اللہ اہل کے پاس گیا اور ان کے پاس احمد بن عمران تھے، جس نے شافعی کے حوالے سے بیان کیا کہ ان کا فرمان تھا کہ کئی مسئلوں کے بارے میں مجھ سے سوال کیا گیا، مجھے اپنے دل میں اس کی صحت کا خوب علم تھا مگر زبان سے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا، احمد بن ابی عمران نے ان سے کہا اور کچھ؟ جس نے جواب دیا نہیں۔

احمد نے کہا میرے پاس ابو یوسف کے حوالے سے اس سے ابھی ایک بات یہ ہے کہ محمد بن شیخ نے حسن بن ابی مالک سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا کہ

مجھ سے کئی بار سوال کیا جاتا ہے، مجھے اس مسئلے کی صحت کا پتہ ہوتا ہے مگر زبان سے اس کی ادا نکل پر قادر نہیں ہوتا ہوں، اس میں میری مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے جسے کوئی روہم دکھائے تو کہے یہ غراب ہے یا چھاپا ہے اور جب اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے تو اس کے پاس وہی اچھا غراب کے علاوہ کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں یعنی اس کی صحت اور اس کی خرابی کے اسباب کا علم نہیں ہوتا۔

موفق کی کتاب میں ابو یسلمان کے حوالے سے ہے کہ ابو یوسف نے فرمایا بعض اوقات دو مسئلوں کے درمیان میں نے ہال کے برابر فرق ظاہر کیا، بعض مسئلوں میں پہاڑ کے مثل اور بعض مسئلوں میں دل میں تقریبی کی زبان اسے ادا نہیں کر سکتی۔ (۸۰)

علی بن حجر کہتے ہیں میں نے ابو یوسف سے سنا وہ فرماتے تھے

علم فرائض میں علی اور ید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے سنا اس کرتا ہوں اور جب ان میں اختلاف ہوتا ہے تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو اپناتا ہوں کیوں کہ ان کا یہ اختلاف قضا کے ہم مسئلے میں ہوتا ہے، ایسی صورت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کو اس لیے ترجیح دیتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نص حکم علی علیہ السلام میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (۸۱)

ابو یوسف نے یہ بھی فرمایا:

اے قوم (علماء) اپنے علم سے خدا کو چاہو یعنی اخلاص پیدا کرو، بہت کم کسی مجلس ہے جہاں میں تو اہل حق کی نیت سے آئے ہوں مگر جانے سے پیچھے رہی اس میں تکبر کی باتیں ہو جاتی ہیں، اور جب کسی مجلس میں تکبر کی نیت سے گیا تو کھڑا ہونے سے پیچھے ہی رسوا ہو گیا۔ یاد رکھو خدا کو چاہو اور اخلاص پیدا کرو۔

علی بن حجر نے ہی حارثی کی سند سے ابو یوسف کے حوالے سے بیان کیا، (الفاظ کا معنی واضح ہے) چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن شکاب نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا۔

اے قوم! اپنے علم سے صرف خدا کی رضا چاہو میں جب بھی کسی مجلس میں تواضع کی نیت سے گیا ہوں وہاں کمرے سے پہلے ہی تکبر کی باتیں ہو جاتی ہیں اور اگر تکبر کی نیت کی ہے تو کھڑے ہونے سے پہلے ہی رسوائی ہو جاتی ہے۔ (۸۲)

احمد بن حنبل نے ابو یوسف کے حوالے سے بیان کیا کہ مجھے شخص کی صحبت سے شرم نہ ہوا ہے تو امت کے روزِ مسافر کو روکے گی۔ اور فرمایا: تمنا چیزیں غصوں کی اصل ہیں:

(۱) اسلام کی نعت کراں کے بغیر کوئی نعت بھی پوری نہیں ہوتی۔

(۲) صحت کی نعت کہ عاقبت اس کے بغیر میر نہیں ہوتی۔

(۳) دل وری کی نعت کہ جس کے بغیر زندگی تمام نہیں ہوتی۔ (۸۳)

ظہیر علی صاحب نے ابو یوسف سے روایت کیا کہ:

”میں ایک ایسی چیز ہے کہ وہ جس میں ہر حصہ بھی نہیں دے گی حتیٰ کہ تم

اسے اپنے پورا حصہ دے دو، مگر تم نے اسے اپنا پورا حصہ دیا تو اس کے

بعض حصے کے پینے میں محتاط نہ رہا۔“ (۸۴)

ابو یوسف کے سامنے جب کوئی اہم مسئلہ آتا تو کہتے

امور لولیدرہا حکیم اذن لہمی وغیرہا استطاعا

ولکن الادب اذاتعری بلسی ولہنکا علب الصاعا

ترجمہ: کچھ ایسے معاملات ہیں کہ اگر دانا شخص اس میں غور و فکر کرے تو اپنی استطاعت کے

مطابق اس میں تہدیش کر سکتا ہے لیکن جب فرش زمین پھٹ پڑے تو بڑے سے بڑا حکیم بھی

پریشان ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے کارکن بھی حیران ہو جاتے ہیں۔

ابو یوسف کی حاضر جوابی اور احکام کی کچھ مثالیں

طیب نے نقل کیا کہ ابو یوسف سوار تھے اور ان کا غلام پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا، ایک شخص نے

کہا: ”یہ آپ اس کو حال کھتے ہیں کہ آپ کا غلام دوڑتا جائے، اسے سوار کیوں نہیں کر لیتے؟“ ابو

یوسف نے اس سے کہا: ”کیا“ آپ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ میں اپنے غلام کو اپنی ساری کھچنے

والا مقرر کروں؟“ اس نے کہا ہاں، ابو یوسف نے کہا: ”پھر اس طرح بھی دوڑنے میں کوئی حرج

نہیں جیب کرا سے سوار کی کھچنے کی صورت میں دوڑتے رہتا ہوگا۔“ (۸۵)

ابن ابی عروم نے حمادی کے حوالے سے نقل کیا، انہوں نے جعفر بن احمد بن وید سے

روایت کیا، انہوں نے بشر بن ولید کنڈی سے وہ کہتے ہیں کہ کسی نے ابو یوسف سے پوچھا کہ میرا

بچہ نعرانی ہے اور تاجنا ہے، کبھی کبھی میں اسے کنیرہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا ہوں اور کبھی

انہیں پہلے قات موتی ہے، کیا میں اس کا ہاتھ پکڑ کر سہارا دے سکتا ہوں؟ بشر کہتے ہیں کہ میں نے

ابو یوسف کو یہ جواب دیتے ہوئے سنا کہ جب کنیرہ کی طرف جا رہا ہو تو اس وقت اس کا ہاتھ نہیں

گرا سکتے ہیں جب داکڑا پہنچا تو اسے سہارا دے سکتے ہو۔

حسن بن ابی مالک نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اس قدر بیمار ہوا کہ سب کچھ جو

میرے ہاتھ بھول گیا حتیٰ کہ قرآن کریم بھی، مگر اللہ مجھے بھلا سکا۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ جواب دیا: اللہ

نے ملاوہ میرا جو کچھ بھی مہم ہے وہ یادداشت کے ذریعہ ہے، اور اللہ مہم دیتا ہے، میرا اس کے

اتحاد ایسا ہی معادہ ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے شہر سے مدینا کا ٹھکانہ رکھنے کے بعد واپس آوے

پھر راکھ خیال ہے وہ اپنے گھر کا راستہ بھول جائے گا؟

بشر بن ولید نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ ”عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سر کو

اپنے غلام کے سامنے کھولے، نہ ہی اپنے بیٹے کے غلام کے پاس نہ ہی اپنے باپ کے غلام کے پاس، اور اگر کوئی شخص اپنے مال کا دوسرا حصہ اور اس کے جوں کو کھد کرے تو اس کے حق میں جنگی آیتیں۔

جادل انراٹے نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ "بادشاہوں کے ساتھ بدسلوکی اذیت ہے اور قاضیوں کی بے ادبی بھڑ ہے۔"

یہ بھی کہتے سنا کہ چنگ کی کھائی میں کم از کم دس گولہ درکار ہیں، دوسرا چیم گے، دودھ عائب ہو جائیں گے، دودھ جھوٹ بول دیں گے، دودھ تار ہیں گے اور دودھ گواہی ادا نہیں کریں گے۔

موتی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ابو یوسف نے وزیر علی بن یحییٰ کی گواہی صرف اس بنیاد پر رد کر دی کہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتا یہاں تک کہ علی بن یحییٰ نے اپنے گھر کے محکمہ میں مسجد بنائی اور پھر جماعت میں حاضر ہوا تھا۔ (۸۶)

حسن بن ابی مالک سے مروی ہے کہ ابو یوسف کے پاس مصنفانہ سے ایک مرتبہ عورت لائی گئی تو اس کے قتل کا حکم صادر کرتے ہوئے ڈر گئے، پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا کہ مرتبہ عورت قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو قید کر لیا جائے گا۔

بشر سے مروی ہے کہ میں ایک دن ابو یوسف کے پاس تھا کہ انہوں نے کسی مسئلے سے متعلق بات کی، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم نہیں دیا ہے، ابو یوسف نے کہا کیا اللہ عزوجل کا ہر چیز میں مضمون حکم ہے؟ بشر نے کہا ہاں، ابو یوسف نے کہا اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے جس نے کسی عورت کی چوڑھ کو پاؤں سے پھل ڈالا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی؟ بشر نے کہا جگہ اور آگ سے مسطور دونوں چیزوں کی قیمت لگائی جائے گی، آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں میں جس کی قیمت زیادہ ہوگی وہ واجب ہوگی، یہی اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں حکم ہے۔ بشر نے کہا، پھر ابو یوسف نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں جمع کیں اور یہ شعر پڑھا

اعلمہ الرماہیہ کل یوم ولما اشد ساعده رماتی

(ترجمہ میں اسے ہر روز تیرا اعزاز کی سکھاتا ہوں اور جب اس کے بازو مضبوط

ہو گئے تو مجھے تیرا بار دیا)

یہ شعر پڑھتے ہوئے انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

بشر بن ولید سے مروی ہے، ابو یوسف نے کہا جو شخص شراب پینے کے لیے یہ سوچ کر بیٹھے کہ اس سے نذر حاصل کرے گا تو پہلا پیل ہی حرام ہے، اس کے لیے بیعت حرام ہوگا اور اس کی طرف جلی کر جائے حرام ہوگا، جیسا کہ زنا اس پر حرام ہے اور اس کی طرف جلی کر جائے حرام۔

معلیٰ بن منصور سے مروی ہے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کے ساتھ حج کیا، ہارون نے یحییٰ بن ادم کی اور دوسرے پر سلام پھیر دیا، ابو یوسف کھڑے ہوئے اور کہا کھدالو تم اپنی نماز پوری کرو کیوں کہ ہم لوگ مسافر ہیں، ایک ایک شخص جو نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا ہم لوگ تم سے زیادہ وقت کا عمر رکھتے ہیں، جہنم جتانے کی کچھ ضرورت نہیں، ابو یوسف نے کہا، اگر تم قید ہوتے تو نماز میں بات نہیں کرتے، ہارون رشید نے کہا مجھے تمہارے جواب سے عقلی خوشی ہوئی تھی سرخ دھنٹ ملنے پر بھی نہیں ہوتی۔

ابو بکر خفاف نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب ابو یوسف کی وفات کا وقت قریب آیا تو حکم سرہانے چلنے لگے اور کہا آپ کے دل میں اس مسئلے پر عقلی فقہاء سے متعلق کوئی بات ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، خدا کی قسم کچھ بھی نہیں، مگر صرف ایک مسئلے سے متعلق میرے دل میں کچھ ہے، مسئلہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی نصرانی نے رشید کے خلاف جادو کا مقدمہ دائر کیا، میں نے اس امر کی کہ ساتھ ساتھ رشید کو بھی جادو کا مقدمہ رشید کے چیلنے کے لیے اس کی خاص چادر بچھائی گئی جس پر وہ بیٹھا کر میں نے نصرانی سے چیلنے کا اس طرف کوئی اجتہاد نہیں کیا تھا، میں نے یہ بات میرے دل میں نکلتی ہے۔

حسن بن ابی مالک سے مروی ہے کہ میں کہتا تھا کہ ابو یوسف کی جس مرض میں وفات ہوئی اس میں اس کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی زنا نہیں کیا، خدا کی قسم میں نے کسی حکم الہی سے کبھی بھی تجاوز نہیں کیا، میں اپنے دل کی کھات سے نہیں ڈرا، مگر صرف ایک چیز سے، میں (آزادی) نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ ابو یوسف نے کہا ہارون رشید کا یہ حکم تھا کہ میں لوگوں کا کیس لے کر پڑھوں پھر اس کی موجودگی میں دخل کا کروں، میں وقت سے ایک دن پہلے کیس لے لیا تھا اور اس کو دل لیا تھا، ایک روز جب میں نے سارے کیس جمع کیے تو اس میں ایک کیس کسی نصرانی

کا تھا، اس میں اس نے امیر المومنین ہارون کو فریق بنا کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے اس کی چاند پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے، میں نے اس غصائی کو بڑا اور پوچھا یہ چاند ابھی کس کے قبضہ میں ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین کے، میں نے چاند کو مد اور قریب سے واضح ہو جائے اس لیے نہیں مانتا اس سے پوچھا اس کا چھل کون چیتا ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین میں نے پوچھا اس کی پیداوار کون منع کرتا ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین میں نے ہر چند یہ چاند کہ وہ اپنا فریق امیر المومنین کے علاوہ کسی اور کو دے مگر وہ امیر المومنین ہی کو اپنا فریق بنا کر باہر میں نے اس کا کبھی لوگوں کے کسی کے ساتھ شامل نہ کیا، جب حدیث کی کارروائی کا دن آیا اور پکری گئی تو ایک ایک کر کے لوگوں کو جاتا گیا حتیٰ کہ غصائی کا گیس میرے ہاتھ میں آیا، میں نے اسے بلایا وہ وہاں آیا، میں نے اس کا گیس امیر المومنین کے سامنے پڑھا، انہوں نے کہا یہ چاند ہماری ہے، یہ منصوبہ کی دریافت سے ہمارے صدمہ میں آئی ہے، میں نے غصائی سے کہا تم سے امیر المومنین کا بیان سن لیا، کیا تمہارے پاس اپنے دعوے کی کچھ دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں کہ میں قسم کھا سکتا ہوں، آپ مجھ سے قسم طلب کریں۔ کہتے ہیں میں نے ہارون سے کہا امیر المومنین آپ قسم کھا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں اور میرا قسم کھا لیا، اور غصائی وہاں ہو گیا، ابو یوسف کہتے تھے صرف اسی مسئلے کا مجھے کچھ خوف ہے، سن لے کہ اس میں خوف کی کون سی بات ہے آپ نے تو وہی کیا جو حق تھا؟ ابو یوسف نے کہا نہیں، امیر المومنین کو غصائی کے ساتھ نہیں میں نہیں بٹھا تھا۔

ان سب واقعات کی سند میں ابن ابی عوامی کی کتاب میں موجود ہیں۔

قاضی دکنی نے احبار القضاہ میں کہا کہ کچھ سے بیان کیا اور انہیں ابن ابی عوامی نے انہوں نے روایت کیا، یحییٰ بن عبداللہ سے کہ امیر المومنین موسیٰ کو ایک مقدمہ میں ابو یوسف کے پاس فریق بنا گیا، مقدمہ ان کے بارے میں متعلق تھا فیصد بظاہر امیر المومنین کے حق میں تھا اور مسئلہ اس فیصد کے خلاف لگ رہا تھا، امیر المومنین نے پوچھا کیا آپ نے ہمارے مقدمہ کا جس میں ہم لوگ فریق بن کر آپ کے پاس آئے ہیں؟ ابو یوسف نے کہا امیر المومنین کے فریق نے مجھ سے یہ پوچھا ہے کہ کیا میں امیر المومنین سے اس بات پر حلف لے سکتا ہوں کہ ان کے گواہوں نے سچی گواہی دی

تے، موسیٰ نے پوچھا کیا آپ بھی ایسے ہی سمجھتے ہیں؟ ابو یوسف نے کہا ان اہل عقل کا یہ خیال تھا، راوی کہتے ہیں کہ پھر ابو یوسف نے کہا کہ باغ انہیں وہاں کر دیں اور ابو یوسف نے یہ جید کیا تھا۔ (۸۷)

غضب نے قاضی دکنی کے طریق سے یہ بھی نقل کیا ہے اور یہ رشید کے علاوہ واقعہ ہے، سمری نے بڑی تفصیل سے رشید کے واقعے کا ذکر کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ شیخ پیچھے مڑ کر کہنے لگے کہ سنی طرح اسے نہیں دیا گیا ہے۔ اور امیر المومنین کے چہرے پر ہنسنا تھا جب انہوں نے حلف کیا اور سر جھکا کر سوچ میں پڑے۔ میں نے کہا میں ہلک ہو گیا اور لوگ بھی ہلک ہو گئے۔ یحییٰ بن خالد نے کہا یہ یعقوب آپ نے امیر المومنین کی طرح رعایا سے عدل و انصاف کرنے والا کسی کو پایا ہے، انصاف سے کام لیا، ابو یوسف نے ایسا ہی کیا جیسا کہ یحییٰ نے کہا پھر امیر المومنین سے راز دارانہ سرگوشی کی تو اس سے خوش ہو گئے اور کہا یحییٰ بن خالد انصاف ضروری ہے۔ یحییٰ بن خالد نے کہا اگر ایسا فاروق (عمران خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوتا تو انہیں ۳۰ یا اسی طرح کا کچھ جملہ کہ اس کے بعد ابو یوسف کا فریقین کے درمیان عدل و انصاف کا رد نہیں میں اس کی برابری کے اہتمام کا ذکر کیا۔ (۸۸)

ابو یوسف کے اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن میں یہ کہ وہ مقدمے کے فیصلوں میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے، بلکہ ضمن میں ہی اور رعایا امیر اور فقیر، بادشاہ اور مزدور سب یکساں تھے، سب کو وہ اسباب تھے جنہوں نے ان کی عظمت کو چار چاند لگا دیے اور اسلام میں عدالتی نظام کو اہم مقام عطا کیا۔ علامہ ذہبی نے اپنے جزم میں لکھا ہے کہ قاضی قعدۃ (چیف جسٹس) ابو یوسف رحمہ اللہ رضی اللہ عنہ کے بے شمار واقعات ہیں جن کا نقل ریاست، آثار شرافت، حریت، احترام اور علم و فضل میں سربراہی سے ہے، بعض لوگوں نے کہا یہ بے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جن سے ان کی عظمت پر عرف آج ہے، عمران واقعات کا صحت سے کچھ تعلق نہیں، جن کا ذکر بعض لوگوں نے کیا ہے۔

میں نے ان دونوں کے بارے میں اس کے کل پر پوری گفتگو کی ہے جہاں اس کے علاوہ کی ضرورت نہیں۔

ابو یوسف کی ابو حنیفہ کی مجلس علم سے غیر حاضری

زمین بن نجیم نے اپنی کتاب خلاصۃ المسائل کے باب حکایات میں ذکر کیا کہ جب ابو یوسف درس دہ رہے تھے ابو حنیفہ کو بتاتا ہے بغیر مسئلہ پر بیٹھ گئے ابو حنیفہ نے ایک شخص کو بھیج کر وہ ابو یوسف سے پانچ مسائل کے بارے میں سوال کرے۔ ایسا ہی مہری اور خطیب وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (۸۹)

پہلا مسئلہ دعویٰ ہے اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے پکڑے دھمکے کے لیے لیے تھے اور پھر دھوکے آ یا، ایسی صورت میں وہ اجرت کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ ابو یوسف نے جواب دیا ہاں۔ اجرت کا مستحق ہے، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف نے کہا اسے اجرت نہیں ملے گی، مسائل نے کہا یہ بھی غلط ابو یوسف نے کہا اگر انکار سے پہلے اس نے پکڑا اور یا تھ تو اجرت کا مستحق ہوگا اور نہیں دوسرا مسئلہ نماز میں سنت کے ذکر داخل ہونے میں یا فرض کے ذکر رہے؟

ابو یوسف نے جواب دیا فرض کے ذکر رہے، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف نے کہا سنت کے ذکر رہے، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف حیراں ہوئے تو مسائل نے کہا فرض اور سنت دونوں ہی کے ذکر رہے تو نماز میں داخل ہو جاتا ہے، کیوں کہ بغیر فرض ہے اور باقی اٹھنا سنت۔

تیسرا مسئلہ ایک پرندہ جو سہلے پر رکھی ہوئی ہڈی میں گر گیا، ہڈی میں شہر پہ دار گوشت تھا، ایسے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ابو یوسف نے کہا کھایا جائے گا، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف نے کہا نہیں کھایا جائے گا، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف نے کہا اگر گوشت پرندہ سے گرنے سے پہلے بھونچا چکا تھا تو نہیں ہمارے دھوکہ کھایا جائے گا اور شہر پہ چھینک دیا جائے گا، دونوں نہیں چھینکے جا سکتے۔

چوتھا مسئلہ ایک مسلمان کی بیوی ذمی تھی (یعنی غیر مسلم سہیلی) وہ اس سے حاملہ تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا، اسے کس قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ ابو یوسف نے کہا مسلمانوں کے قبرستان میں، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف نے کہا دیسوں کے قبرستان میں، مسائل نے کہا غلط ہے، اسے دیسوں کے قبرستان میں مگر اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہے پھر دیا جائے گا تا کہ ہیٹ کے اندر بیٹے کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے کیوں کہ ہاں کے ہیٹ میں بیٹے کا چہرہ ہاں کی ہیٹ کی طرف ہوتا ہے۔ پانچواں مسئلہ کسی شخص کی بدعتی ام والدہ تھی، اس نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لی مگر اس کے آقا کا انتقال ہو گیا، کیا اس پر اپنے آقا کی عدت و نفقات واجب ہوگی؟ ابو یوسف نے کہا واجب ہوگی، مسائل نے کہا غلط ابو یوسف نے کہا عدت واجب نہیں ہوگی، مسائل نے کہا غلط، اگر شوہر نے دخول کیا ہے تو عدت واجب نہیں ہوگی اور اگر دخول کا تحقق نہیں ہوا تو عدت واجب ہوگی۔

ابو یوسف کو اپنی کم عمری کا احساس ہوا اور وہ ابو حنیفہ کی مجلس علم میں واپس آ گئے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کچھ سے پہلے ہی محل توڑنے گئے تھے۔ ایسا ہی احادیث العیض میں ہے۔ مناقب مرقی میں ابو یوسف کی طبعی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ جب بیمار ہوئے تو امام ابو حنیفہ ان کی عیادت کے لیے گئے اور فرمایا میں اپنے جہد میں مسلمانوں کا امام بنانا چاہتا ہوں، اب سب شعیاب ہوتے تو انہیں اپنے آپ کو پھر گمان ہوا اور پھر ان کی مجلس منتقد کر لی، امام ابو حنیفہ نے ابو یوسف کو روک دیا، اپنی مجلس میں آتے ہوئے دیکھ کر کہ کہیں اس یک دعویٰ کا مسئلہ لے آیا، یحییٰ بن احمد القصب نے اپنے شخص پر ائد کے دین میں کلام کرتا ہے، مجلس کا تاج ہے اور سے چارے کا مسئلہ بھی حج طرح نہیں معلوم ہو پھر فرمایا جو شخص یہ سمجھ لے کہ اب اسے علم کی ضرورت نہیں اسے اپنے آپ کو پورا کرنا چاہیے۔ (۹۰)

یہ واقعہ ابو یوسف کے ابتدائی زمانے کا ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ آخری وقت میں

اجتہاد مطلق کے درجے پر غائر نہیں تھے اور نہ ہی یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے کیوں کہ فقہ کے مختلف درجات اور مراحل طے کرنے کے بعد ہی اجتہاد مطلق کے درجے پر پہنچے، لہذا ان واقعات کی کوئی حیثیت نہیں جو عنوان شباب یا اوائل عمر میں واقع ہوئے تاہم آئندہ وقت ایسا آیا جب وہ ہم میں پختہ ہو گئے اور اپنے استاد کے بچے چائین بھی بن گئے۔ اس میں کون تعجب کی بات بھی نہیں کہ جو ان لوگ تھوڑے کے ابتدائی مرحلے میں اپنے اوپر ناراض ہو جائیں اور پھر بعد میں صحیح سمت میں چل پڑیں، وہ خود امام اعظم کے ساتھ بھی ہوا تھا کہ ایک وقت اپنے استاد جو ان کی مجلس سے الگ ہو گئے پھر کچھ دنوں بعد استاد کی مجلس میں لوٹ آئے اور وہاں تک کہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑا، یہ ایک طویل داستان ہے۔ امام اعظم کا اپنے استاد مراد کے ساتھ پابندی نہ ساتھ رہنے کا واقعہ نہیں نے ابن تیمیہ کی کتاب ہدایۃ السالک فی مسامی الاختلاف فی السعوط میں ابوشیخ کی تاریخ اصفہان کے حوالے سے بیان کیا ہے جس میں بڑی عبرت انگیز باتیں ہیں۔

(۹۶) یہ روایت حدیث کی شدت و کمزوری میں مختلف افکار کے ساتھ سمجھو ہے، صحیح بخاری میں حضرت ام المومنین ؓ سے اس طرح مروی ہے: ہسم لہ ثمرۃ اربعۃ: برۃ، عصف، یثمل، عصباء، بائد، ربا (صحیح بخاری حدیث ۵۳۴۳) صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۲۸۲ (ترجمہ: اس سے صاف ہے کہ ساتھ ہر سہ میں کنی ثقیل تھی کے حکم سے چاروں کے لیے شفا ہے)

حوالے سے ہیں، فقہانِ دونوں کے اقوال ابو حنیفہ کے ہی اقوال سے ہوں گے، اس لیے ان کا ابو حنیفہ کے مذہب میں شمار کرنا بھی صحیح ہے۔

اپنے اس جواب پر شیخ نے دونوں اہل صوفیہ سے مروی اقوال کو دلیل بنایا ہے اگرچہ انبیاء و اہل بیت نے اسے پسند کیا و قرآن و احادیث پر بھی صحیح ہے۔ لیکن اس کا احساس اس پر ہوگا جو درجہ برائے کمال نے فطرتاً فقہائیں کہا ہے کہ "یہ دونوں اصول میں امام کی مخالفت نہیں کرتے ہیں" حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے بلکہ یہ دونوں بہت سارے اصولی اور فروعی مسائل میں اختلاف کرتے ہیں۔ لہذا کہ مجتہد مطلق کی شان ہوتی ہے، ان دونوں کو مجتہد فی الزمان کے مرتبے میں شمار کرنا حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ بات ہے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو ابوحنیفہ کی ہی طرف منسوب کیا ہے، یہ کہہ جاتے تو ہے جانتا ہوگا کہ ان سب کے مجموعی نظریات پر حنفی مذہب کا الحاق کرنا ایک اصطلاح میں گلی ہے جس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوحنیفہ کا سب سے ایک پوری جماعت و جماعت کا لقب ہے۔

ان میں قول کا مصدر اجتہاد مطلق پہنچتا ہے، ہر ایک کی اپنی دلیل ہے، لہذا دونوں ادا صوب
تھے۔ یہاں کہیں حکم کی دلیل کو جان لیا جس طرح کہ اور فیضانِ جان یا کرتے تھے تو ان کی موافقت
ہوئی۔ یہ موافقت اجتہادی تھی تقلیدی نہیں اور جب دلیل حکم کے مخالف ہوئی تو مخالفت بھی کی لہذا
ان کے ساتھ کسی پر متفق ہو جانا تقلیدی کی دلیل میں بلکہ ان میں بعض کا دوسرے کی طرح

CPH 2000 2000

[illegible]

مذہب یوسفی کی تدوین حنفی مذہب کے ساتھ کیوں؟

زفر بن ذہیل، ابو یوسف اور محمد بن حسن نے اصول اور فروع دونوں ہی مسائل میں ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے جیسا کہ مذہب حنفی کے اصول اور فروع پر لکھی ہوئی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ان کے افکار و خیالات مذہب حنفی کی کتابوں میں ابو حنیفہ کے خیالات کے ساتھ مرقوم ہیں اور ان اختلافات کے باوجود ان سب کے مجموعے کو حنفی مذہب شمار کیا جاتا ہے بلکہ اختلاف سے یہ بھی منصوص ہے کہ مذہب حنفی میں فتویٰ ایک بار ہو حنیفہ کے قول پر ہوتا ہے نہ دوسری بار ان میں سے کسی ایک کے قول پر۔ یہ باتا بظاہر نکالنا تھا کہ شعبان میاں صاحب نے جو عجیب و غریب (۱۹۰۵ء) میں شریف لکھ سعد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق اس طرح سوال کیا تھا کہ آپ کا کیا خیال ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبزادے ابو یوسف اور محمد کے مذہب کے بارے میں کیا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک شریعت کے چار اصول کتاب، سنت، اجماع اور قیاس میں مجتہد ہے اور ایک ہی مسئلے میں ان میں سے ہر ایک کا مستقل نظریہ ہے جو دوسرے کے خلاف ہے آپ ان میں مذہب کا ایک ہی مذہب کیسے قرار دیتے ہیں؟ ہر ایک کو ابو حنیفہ کا ہی مذہب کہتے ہیں؟ اور جو یوسف یا محمد کا مقدم ہوتا ہے اس کو بھی آپ حنفی ہی کہتے ہیں؟ حنفی فتویٰ محض ہے جو صرف ابو حنیفہ کے افکار و خیالات کا جائیداد اور مقلد ہو؟

اس سوال کا جواب اس وقت شیخ عبدالغنی عیسیٰ نے اپنے مستقل رسالے "شرح الشریعہ لمحصرة الشریعہ" میں اے ایم ایف یوسف و محمد عو عیسیٰ حبیبہ میں واپس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں کی رائے اہل تحقیق کی عیروائی کے

عقلم کی دلیل پر مطلع ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ مانا جائے تو دنیا میں کسی مجتہد مطلق کا وجود ہی نہیں ہوگا کیوں کہ عام طور پر مجتہدین مسائل میں ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں، جہاں تک اس دور کی بات ہے کہ ان دونوں کے مابین قول ابو حنیفہ کے ہی اقوال ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی مسئلے میں مختلف احکام کا احتمال ہوا کرتا تو ابو حنیفہ اس سے اپنے اصحاب کو احتیاج کا طریقہ اور اس کے رائج ہونے کے دل کی مشق کرا پارتے تھے کسی مسئلے کو رائج قرار دینے کے بعد پھر اس کا کرتے اور پیچھے کے دلائل کو رد کر دیتے اور دوسرا احتمال دلائل کی روشنی میں رائج کر دیتے اور جب حیرت انگیز احتمال پیدا کر دیتے اور دوسرے کو دلائل سے رد کر دیتے اس طرح مرید اور اپنے اصحاب کی متعلق کرتے یہاں تک کہ ایک خاص حکم پر جا کر رائے مستقر ہو جاتی اور نور و فکر کے بعد مسائل کے رجسٹر میں اسے درج کر دیا جاتا۔ کئی مسائل ایسے ہوتے جو ابو حنیفہ کے نزدیک ہی رائج ہوتے اس پر سب لوگوں کا اتفاق نہیں ہوتا اور اس میں صرف ان کے اجتہاد کو دخل ہوتا تو یہ رائج رائے ایک اجتہاد سے ان کا اپنا حق ہوتا اور ایک اجتہاد سے ابو حنیفہ کا کیوں کہ ابو حنیفہ ہی اس احتمال کے موجد ہوتے اور پھر دلائل قائم کرنے والے بھی پیچھے دی ہوتے، اگرچہ بعد میں ان نظریے کے خلاف ہو جاتے اس کی مثال وہ روایت ہے جسے ابن عوام نے محمد بن احمد بن حنبلہ سے روایت کیا، انہوں نے محمد بن شجاع سے انہوں نے حسن بن ابی، لکھ عباس بن ولید، بشر بن ولید اور ابو یزید رازی کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کوئی ایسا قول نہیں کیا جس میں میں نے ابو حنیفہ کی مخالفت کی مگر یہ کہ وہ ایسا قول ہوتا جو خود ابو حنیفہ پیچھے کر چکے ہوتے پھر بعد میں اس سے رجوع کر لیتے۔

گردی کے نیسا پوری سے حکایت کی کہ ابو یوسف جب منصب قضا پر فائز کیے گئے تو ان کے پاس اسامی بن حماد بن امام ابو حنیفہ آئے، اسی وقت ان کے پاس دو فرق اپنا مقدمہ لائے، بھی گئے، جب فیصلے کی گھڑی آئی تو امام کے قول پر فیصلہ دیا۔ اسامی نے کہا آپ تو اس مسئلے میں امام کے مخالف نظر کر سکتے تھے؟ ابو یوسف نے جواب دیا ہم لوگ اس لیے مخالفت کرتے تھے کہ ان کے پاس جو حکم علم ہے وہ نکال میں اور جب فیصلے کا وقت آتا ہے تو ہماری رائے نشانی

ہے۔ مزاح کر نہیں ہوتی۔ (۹۱) اسی طرح کی حکایت محمد بن حسن سے بھی مروی ہے۔

ابن عوام نے ابراہیم بن احمد بن یحییٰ سے روایت کی، انہوں نے قاسم بن خضام سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوسلمہ بن جراح سے، انہوں نے محمد بن حسن سے، انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہ بعد آئے تو ان کے تمام اصحاب جمع ہو گئے جن میں ابو یوسف، زفر، اسد بن زفر، و اس کے دیگر حنفی فقہ اصحاب تھے، ان سب کے سامنے ایک مسئلہ آیا ہوا تھا جس کو وہ ایک سے ۲۰ زین کر چکے تھے اور اپنے دلائل سے مضبوط بھی تھے، مگر سب کی یہ رائے ہوئی کہ جب ابو حنیفہ پہلے پہل میں تھے تو ہم لوگ ان سے پوچھیں گے، جب ابو حنیفہ آئے تو سب سے پہلے ان لوگوں سے وہی مسئلہ پوچھا تو امام ابو حنیفہ نے ایسا جواب دیا جو ان لوگوں کے جواب سے مختلف تھا۔ وہ لوگ حیران ہوئے، ابو حنیفہ جنہیں پر کسی پن نے یہ موقف بنا دیا، ابو حنیفہ نے کہا ظہر و باہر داری سے کام نہ ہو مگر یہ کہہ رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا آپ جیسا حکم بیان کر رہے ہیں یا نہ کیجیے نہیں، امام نے کہا کچھ دلیل بھی آپ کے پاس ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا جو کچھ کہہ چکے ہیں اس کی پوری دلیل ہے، امام نے کہا پھر پیش کرو، ان لوگوں نے دلیل دی امام نے ان سے کہا کہ کیا اور دلیل سے ان پر غلبہ آگئے یہاں تک کہ وہ سب ابو حنیفہ کے قول کے معترف ہو گئے اور یقین کر لیا کہ وہ سب غلطی پر تھے، امام نے کہا اب کچھ بھی آگیا؟ جواب دیا ہاں، پھر کہا حنیفہ سے تمہارا رائے رونی ہے کہہ کہہ، انہوں نے صحیح تھا اور اب جو قول تم نے اپنا یہ وہ غلط ہے؟ ان سے کہا جیسا نہیں ہو سکتا، یہی قول صحیح ہے۔ امام نے ان سے مناظرہ کیا اور پھر اس قول کی دلیل انہیں اصراف کرنے پر مجبور کر دی، وہ کہنے لگے ابو حنیفہ تم نے ہر مسئلہ کا حکم کیا، ہم ہی اس کا قضا کا طریقہ سنی ایک قسم کی کسی کو ان کے سامنے صرف حجت کے قول و معنی کے احادیث سے انہیں سے کسی کو حجت کے قول سے حجت پر غلبہ نہ ہو سکتا ہے۔ (المصنف جلد ۱۱، کتاب الفرائض)

اصول فقہ کی ایک قسم کا نام ہے، اس کے قائل ہیں کہ جب وہ روایت کرتا ہے، پھر اس کو مستلزم دیا ہے میں نے اس مسئلہ کے احادیث کو ایک جگہ لکھا ہے، اگر احادیث کے پاس کی صرف حجت میں دیا ہے، ہاں اگر قائل ہیں انہوں نے ان لوگوں سے مناظرہ کر کے اس کو ثابت کر دیا ہے، وہ بھی ان کے اصحاب سے حجت، بخلاف شرع

المصنف جلد ۱۱، کتاب الفرائض

المصنف جلد ۱۱، کتاب الفرائض

نہیں کہی۔ ابو یوسف کہتے ہیں میں نے کہا "امیر المومنین" نبی اکرم ﷺ سے بھی اس طرح کی بات نہ کی گئی ہے، قصہ مختصر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب ایک بار کچھ تقسیم فرمایا تو کسی نے کہا یہ اسکی تقسیم ہے جس سے رف نے الٹی کا قصد نہیں کیا گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو بھونک دیا جس گھما اٹھتا محالہ کر دیا۔" (۹۳)

ایک بار نبی اکرم ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا اہل کرو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں اہل نہیں کروں گا تو ان کو ان کے پاس ۱۵ شخص کو بھی آپ نے معاف فرمایا (۹۴) بلکہ اس سے سخت اللہ عز و جل آپ کو اس وقت کہے گئے جب آپ کے پاس زہر اور ایک انصاری کا مقدمہ آیا، آپ ﷺ نے زہر کے حق میں فیصلہ یا دوسرے فریق نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ان کے حق میں اس لیے فیصلہ کیا کہ وہ آپ کی پوجہ کی کاہنہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو بھی معاف فرمایا (۹۵) کہتے ہیں اس کے بعد ہارون رشید کا غصہ خفا ہو گیا اور حکم دیا کہ اس شخص کو رہا کر دیا جائے۔

ابن ابی حوام نے ابو یحییٰ بن یسیر (عن محمد بن داؤد و عاصی) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں، ہم لوگ بغداد میں تھے کہ رمضان کا مہینہ آ گیا، ہم لوگ ہر شام ہارون رشید کے گھر جایا کرتے تھے، جب عصر کی نماز سے ایک مرتبہ فارغ ہوئے تو عبید اللہ بن عباس، داؤد بن یحییٰ اور عبد اللہ بن سلیمان کو امیر آئے ان کی اجازت ملی، ان کے بعد قاضی ابو یوسف، ابن عمران طحاوی اور حسن لؤلؤی و اندر داخل ہونے کی اجازت ملی، یہ لوگ ہارون رشید کے سامنے فقہی مکتبوں میں مصروف رہا کرتے جب سورج نکل آیا، ہمیں داخلگی کی اجازت ملی، ایک دن رشید ان کے پاس آئے اور کہا "مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو، حسن لؤلؤی نے ایک بڑا عجیب و غریب مسئلہ پوچھ دیا، ابو یوسف نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس طرح کے مسئلہ امیر المومنین سے نہیں پوچھے جاتے ہیں، پھر کہا امیر المومنین اس مسئلے میں ابو حنیفہ کا یہ قول ہے اور ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے اور ان کی یہ دلیل ہے، امیر المومنین اس قول کو لینا پسند کریں گے؟ رشید نے کہا ابو حنیفہ کا قول لینا چاہیے، کیوں کہ ان کی دلیل اس بار سے میں دیکھ رہا ہوں ہے، پھر کہا ابن ابی لیلیٰ کا فلاں مسئلے میں یہ قول ہے اور ان کی یہ دلیل ہے، امیر المومنین اس قول کو اختیار کرتا چاہیں گے؟ رشید نے کہا، ابن ابی لیلیٰ کا قول

کیوں کہ ان کی دلیل زیادہ قوی ہے۔

راوی کہتے ہیں جب ہم لوگ لوٹ آئے تو ابو یوسف نے لؤلؤی سے مخاطب ہو کر کہا "اے کزور انسان اس طرح پے پیچہ مسئلہ خفہ سے پوچھے جاتے ہیں؟ اگر ہم میں سے کسی سے پوچھ لؤ تو وہ نہیں بتا سکے گا" لؤلؤی نے کہا پھر انہوں نے ہم سے یہ کیوں کہا جو چاہو پوچھو، پھر کہا رشید جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو اپنا ہاتھ جھد کی جگہ رکھتے ہیں اور پھر چہرہ دھو رہے ہیں، حسن نے کہا امیر المومنین کا یہ فعل بدعت ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ (امیر المومنین سے جب پوچھا تو) انہوں نے کہا میں نے اپنے آپ واجد اور کو ایسا کرتے دیکھ ہے اس لیے نہیں ان کی اقتدا کرتا ہوں۔ ابو یوسف ان کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا اسے کچھ بھی نہیں پوچھو، پھر لؤلؤی سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ نہیں سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص پر دم اس طرح کیا کہ اپنے ہاتھ پر لعاب دہن لگا دیا پھر اسے زمین پر رکھا اور یہ کلمات کہے رقیق بعضنا بقرۃ لہذا بشعی مریصا باذن اللہ۔ (۹۶)

جب لوگ ہارون نے لؤلؤی کو مجلس میں شریک ہونے سے روک دیا۔

حسن بن زیاد سے مروی ہے کہتے ہیں ہم لوگ ایک دن ابو یوسف کے دروازے پر ان کا انتظار کر رہے تھے کہ ہم نے دیکھا وہ رشید کے گھر سے مسکراتے آرہے ہیں، پھر کہا آج امیر المومنین کے سامنے ایک عجیب مسئلہ پیش ہوا، امیر المومنین کے پاس یہ بات پیش کی گئی کہ اگر میں یا کے قاضی کے پاس دو گوش اپنے گھر سے کا مقدمہ لے کر آئیں، مقدمہ کچھ اس طرح تھا کہ دونوں کہیں سے پانی بھر کر رہے ہیں، جس کا ایک جگہ دونوں نے آرام کرنے کی فرض ہے اپنا گھر ان کے پاس ان کا ایک کا گھر دوسرے کے گھر سے پر گزرتا اور دونوں ہی گھر سے ٹوٹ گئے، دونوں اپنا مقدمہ قاضی کے پاس لے کر آئیں اور ہر ایک دوسرے کے بارے میں کہنے لگی کہ اس کا گھر ا میرے گھر سے پر گزرتا اور دونوں کی قاضی دونوں کو دیکھنے کا لہو دھڑکا، سردی میں کچھ فرق نہیں کر سکا سپاہی سے کہا ان دونوں کو تھوڑی دیر بعد لے آ، سپاہی نے ان دونوں سے تھوڑی دیر بعد آنے پر وار انکے اصرار میں جواب اس نام سے دیا کہ ان کی تالیف نہیں ہے، اگرچہ لوگ کا گمان ہے کہ ان کی تالیف ہے۔ (مزمل)

کو کہ تو دولہا شور مچا نے لگیں، دھانی نے انہیں دو بار دو بار پی، پھر گھر سے کاوا تھ کھینچ لگیں، دھانی ان کی طرف دیکھنے لگا اور پھر پی سی سے کہا انہیں جسدِ حاضر کرو، پھر دولہا شور مچا نے لگیں، دھانی نے سہاوی سے کہا جاؤ دونوں کو دو گھڑے خرچہ کر دے دو تاکہ جبری جان چھوٹ سکے۔ جب شاہ ہوئی تو دھانی اپنے ایک خاص آدمی سے بات کرتے ہوئے پوچھنے لگا کہ لوگ ۱۸۰ سے پار سے میں کیا ہاتھ کر رہے ہیں؟ انھیں نے کہا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ دھانی نے گھڑے کا فیصلہ نہیں کیا اس لیے کہ اسے جرمانہ دینا پڑا، دھانی نے کہا یہ بیان اللہ کی لوگ اس سے خوش نہیں کہ جس عقد سے کاغذ فیصلہ کر سکتا ہوں تو کرتا ہوں اور اگر کچھ نہیں کر سکتا تو جرمانہ دینا چاہتا ہوں۔

ابو یوسف کہتے ہیں نہیں کہ اب میرا دشمن ہے دھانی ہو، وانا انسان ہے اس کا وظیفہ بڑا دینا چاہیے تاکہ وہ جرمانہ بھی مجھے کرے، رشید نے میرے ایک بھراؤ دھانی اس کی کٹواؤ میں اضافہ کر دیا۔ حسن بن زیاد کہتے ہیں ہم نے ابو یوسف سے پوچھا اس مسئلے کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟ ابو یوسف نے جواب دیا اگر ان دونوں نے گھڑا لکھی جگہ رکھا تھا جہاں عام طور پر مسلمان آراہ کرنے کے لیے ظہر تے ہیں تو ان میں کوئی بھی جی نہیں دھانی اور اگر ان دونوں نے اپنے گھڑے مسلمانوں کے آرام کرنے کی جگہ نہیں رکھے تھے، پھر گھڑا چھوٹ گیا تو ہر ایک دوسرے کے حق میں جانی اور قصور وار ہے، اور ہر ایک کو دوسرے کے گھڑے کی قیمت چکانی پڑے گی، اور اگر ایک کا گھڑا آراہ کرنے کی جگہ پر تھا اور دوسرے کا اس حدود سے باہر تو جس کا باہر تھا وہ قصور وار ظہر سے کی۔

اسد بن فرات سے مروی ہے کہ ابو یوسف عقد کا فیصلہ بارون رشید کے سامنے کیا کرتے تھے، ایک بار مقدمہ سامان دونوں میں سے کسی سے متعلق تھا تو رشید و دونوں جینے گئے اور ابو یوسف کی طرف رخ کر رہا یہاں تک کہ فیصلہ ہو گیا، پھر کہا اسی طرف مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں سب کو کرنا چاہیے تاکہ فیصلہ نافذ کیا جاسکے۔

صبری نے دو آدمیوں کو دیکھا کہ جس میں سے ایک مسلمان نے کسی آدمی کو باغیہ قتل کر دیا تھا، اس پر دلیل بھی قائم کر دی تھی، قاتل کو قید کر دیا، کچھ لوگوں نے اشعار میں ابو یوسف کی انجاس بنیاد پر کی کہ انہوں نے کافر کے عوض مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، پھر معاملہ رشید تک پہنچا، اس کی خواہش ہوئی کہ قصاص ساقط ہو جائے اور ابو یوسف نے قصاص ساقط

اس لیے کر دیا کہ مقتول کے ولی یہ عارت کرنے میں ناکام رہے کہ مقتول جزیرہ ادا کرتا تھا۔ (۹۷) یہ مسئلہ کہ مسلمان اگر کسی آدمی کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لی جائے گا یا نہیں؟ اختلافی ہے، اس کی تفصیل مصلحت میں شرح وسط کے ساتھ مذکور ہے۔ قرطبی نے کہا ابو یوسف نے قاتل کو قید کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مقتول کے حالات کا کچھ پتہ چل سکے جس سے قصاص واجب ہو سکا تو اس کے قاتل سے قصاص لیج کر یا تو کوئی ایسی مقتول ہو جائے، جس سے قصاص ساقط کر دیا جاتا، لہذا جب یہ ظاہر ہو گیا کہ ایسی مقتول وہ موجود ہے تو قصاص لینے کا حکم واجب نہیں لے لیا۔

خفافین نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ اگر ان کے نزدیک قصاص واجب ہو گیا تھا تو اس جیسے سے کیسے اسے ساقط کر دیا اور اگر قصاص ثابت ہی نہیں ہوا تھا تو دلوا واجب ہی کیسے کیا؟ قرطبی نے خفافین کے اس اعتراض کو مستحکم استدعا پر اعتراض کر دیا ہے، اس کے بعد اس پر تفصیل کے ساتھ دلائل ذکر کیے ہیں اور وہ دلائل بڑے خوب ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رشید کی خواہش شریعت کے اس حکم کے مطابق تھی جس سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے، اگر ابو یوسف کے نزدیک قصاص واجب ہو چکا ہوتا تو وہ اس کو قید ہی نہیں کرتے بلکہ اسی وقت اس کو نافذ کرنے کا حکم اللہ کرتے۔

ابن عبد الوہاب نے کہا ابو یوسف جیف جیسے ہیں انہوں نے عین خذف کے عہد میں قضا کا فریضہ نبوی، منصب قضا پر عہد کی کچھ عہد تک فائز رہے، ہادی کے زمانہ خلافت میں اسی منصب پر رہے، اور پھر رشید کے زمانے میں اسی منصب پر رہے، رشید ان کا یہ احترام کرتا تھا، اور رشید کے نزدیک بڑے مرتبہ والے تھے۔ (۹۸)

ابن عبد البر نے ابن جریر کے حوالے سے یہ بھی روایت کیا کہ ابو یوسف بڑے فقیہ، عالم، حافظ اور کثیر اللیث تھے، کچھ محدثین نے ان پر رائے کا غلبہ، فرقی مسائل کا استخراج، وظیفہ (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (

کی محبت اور منصب فقہاء پر رہنے کی وجہ سے ان کا حدیث سے اجتناب کرنا بیان کیا ہے (۹۹)۔
اس کے بعد ابن عبد البر نے کہا بھی بن مبین ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور ان کی توثیق بھی
کرتے تھے لیکن دوسرے تو محدثین تو وہ سب ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے دشمن کی طرف
سلوک کرتے ہیں۔

ابن عبد البر جب شرق اسلامی کی طرف کوچ کر گئے تو مشارق کے بہت سارے ایسے
اقوال جو احناف کے خلاف تھے ان کی نگاہ سے اوصل ہو گئے، اس سے قبل انہوں نے ان میں
سے بہت سارے اقوال نقل کیے تھے۔ محدثین کی احناف سے مختلف نظری کے اسباب مناسب
الاصطوب (۱۰۰) میں مفصل مذکور ہیں۔

محبوبہ مسائل کا حل اور فقہی تدابیر

امام ابو یوسف کی طرف بہت سارے ایسے مسائل منسوب ہیں جن میں لوگ حرج کا شکار
تھے آپ نے اپنی وقت فہم سے ان سب میں ایسے حلالے جس سے لوگوں کے لیے آسانیوں
پہنچیں اور مشاغل سے غلوی جان چھوٹ گئی۔ میں نے انہیں کی کتاب رد عمل العدم پر جو حاشیہ
لکھا ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ اسامی قوانین میں یہاں حدیث تلاش کرنا جس سے قوانین ہی پہ مبنی
ہو چاہیں ان اشخاص سے ضرور ہو سکتا ہے جن کا ایمان مکروہ اور جن کا یقین پیار ہے تاہم مازق
اور وجہ کی سے نکلنے کے لیے احقاق باطل اور ابطال حق کے بغیر نہ دیکھ جی سے جیسے اس طور پر
حدیث کرنا کہ نص سے کوئی قرض لازم نہ آئے واللہ رسول کے نزدیک پسندیدہ و مرہے مطلق اور
مطلقاً طریقہ کار ہے اور ان میں مختلف وجوہ پیدا کرتا قوت ذہانت اور براعت استدلال کی نشانی
ہے۔ بشرطے گنج کو چھوٹ اور چھوٹ کو چھ ثابت نہ کیا جائے۔

جراثم متناہی اقدام کر کے حلیہ تلاش کرنے والے فقہاء کا تعلق دیگر منصب فقہاء سے رہا
ہے۔ برے مصلوب میں ایک یہ ہے کہ ایسے شاذ قول پر فتویٰ دیا جائے جس کی کوئی دلیل نہ ہو اور
ہو بھی تو ایسی ضعیف روایتوں پر اس دلیل کا ہوتا ہو کہ غلط و ظہر کے آگے ذرا بھی نہ ظہر سکے، امید وہ
لوگ کرتے ہیں جن کا زہد و ورع سے بہت کم تعلق ہوتا ہے، ایسوں کا اللہ ہی نگہبان ہے۔

امام ابو یوسف کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ انہوں نے کسی شرعی مسئلے میں حلیہ اختیار کر کے
ایسا جواب دیا تھا جس کی بنیاد پر وہ رشید سے قریب ہو گئے تھے اور جس کی بنیاد پر انہیں منصب فقہاء
ملا تھا، بالکل ایسا ہی مجاہد ہے جیسا کہ امام مالک کی طرف یہ منسوب ہے کہ انہوں نے رشید کے

(بزرگ محقق علامہ) کاوش میں مسمیٰ کی کتاب احادیث میں ۹۸۵ء میں لکھا کہ ہر وقت سے پہلے
مصر عام ہر آج بھی ہے، امام نے جگہ جگہ اس سے استفادہ کیا ہے، انسانی تمام کی کتاب اب تک لاہور میں کی زبانت سے
ملاحظہ فرمائی ہے، وہاں بھی جلد اول جلد چھپ کر شرم عام آجائے (مترجم)

لیے مسائل میں رخصت پیدا کر دی تھی، جس کا بیان اسر مشعرو (۱۰۰) میں ہے۔ اس کے بعد،
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابو یوسف قہمدی کے زمانے میں ہی عہد قضا پر فائز ہوئے تھے، ہادی نے
زمانے میں بھی قضا سے منسلک رہے اور یہ سلسلہ رشید کے عہد تک چلتا رہا جبکہ سماعی وغیرہ
نے ذکر کیا ہے اور اس حدت میں انہوں نے کسی طرف کی کوئی پالیسی یا نکل نہیں کی جیسا کہ ان کی
کتاب العراۃ کے مقدمہ اور ان کی حیات پر لکھی جانے والی کتابوں سے ظاہر ہے۔

تذکرہ نگاری بالخصوص علم (ادب و شرافت) سے متعلق تذکروں میں ہمیں کاغذ ماریہ
معروف ہے، انہوں نے ابو یوسف کے علم و فضل مزید و درج پر پورا ایک جز تالیف کیا ہے اور اس
رسالے میں خوب تعریف کی ہے، اس کے بعد جو فاضل کے شاگرد تاج الدین عینی نے العتقاد
الکبریٰ (ج ۱ ص ۱۹) میں لکھی احادیث اور شواہد اپنے ہاں کی زبان و ادبیات کی ہے۔ محمد بن
حسن نے "صحیحہ" (۱۰۱) کے بارے میں کہا ہے میرے نزدیک یہاں کے محل ہے، ابو یوسف نے
جو اس کو بے ترتیب قرار دیا ہے تو گو کہ اس نے اس کو میں کے مالک کی طرف لوٹ جانے کی صورت پر
محول کیا ہے، لہذا ان دونوں کا اس مسئلے پر اتفاق ہو گیا۔

خطیب نے سماعی شہر وانی کے حوالے سے تخریج کیا ہے کہ جعفری والدہ و طرح چاہیں
ابو یوسف سے فتویٰ نے لیا کرتے تھے، ابو یوسف کو کچھ اختلاف بھی دیا کرتی تھیں، ابو یوسف دونوں
کی موجودگی میں اسے لینے سے انکار کیا کرتے تھے۔ (۱۰۲) اس واقعے کی سند میں حسین بن قاسم
کوئی ہیں، یہ خبر ایسی ہیں، مگر روایت کرنے میں متذہب ہیں، ابن حجر نے نسان السیرہ
میں ان کے بارے میں کہا ہے مشہور اخباری ہیں، ہم نے ان کی عمدہ و استاد کے ساتھ مروی خبروں
میں بہت سنا کر پائے۔ اس کے بعد ابن حجر نے وہی بات لکھی جس کا ذکر سماعی نے کیا اور ضعیف
اخبار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ یہی وہ ہیں جن کے احوال سے متعلق خطیب کا نظریہ بالکل مثبت ہے
کیونکہ انہیں اس کے نزدیک وہ سب کچھ مل جاتا ہے جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔

سماعی نے محمد بن حسن بن زید و قاضی کے حوالے سے ابو یوسف کا جعفری والدہ سے بد-
لینے کا انکار بھی نقل کیا ہے۔ (۱۰۳) یا رہے کہ "قاضی" مشہور کذاب ہے۔
بہر حق سماعی بن محمد بن زہر نصف جاری کی بی بی اور نصف کار شد کو کبیر کہہ دینے کا ابو یوسف

کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے تاکہ ہادی کے مالک (جس نے یہ قسم کھار لی تھی کہ نہ تو اسے بیچے گا اور نہ
اسی بہرے کرے گا) کا کھاتہ ہونے سے بچا جاسکے، (۱۰۴) اس کے ساتھ ساتھ واصلات میں کلی
ایک دلچسپ طبعوں کا بھی ذکر ہے، جب کہ اسی ابن ازہر کے بارے میں خطیب نے یہی
(ج ۳ ص ۲۸۸ میں) لکھا ہے کہ یہ بڑا جھوٹا قاضی کے کذب کی برائی بڑی مشہور تھی۔

عقلی نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف قیوس کا مالک منضار کے طور پر اسے دینے کرتے تھے
تاکہ اس کا منافع خود لے سکے، (۱۰۵) اس کی سند میں "احمد بن علی آزاد" ہے، ہمارے اصحاب
کے خلاف اس کا منصب بڑا عجیب و غریب قسم کا ہے جیسا کہ خطیب کے نزدیک اس کی مروی
روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے اور منصب، سرکش فحش کی روایت محمد بن عیسیٰ کے نزدیک غیر متبادل ہے
کا ہم یہ بات بھی معلوم رہتا چاہے کہ جنم کا مال فاضل کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اگر اس سے
بچنے نہ دیتی کہ ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان واجب نہیں۔ یعنی یتیم کے مال پر ان کے مذہب
کے متعلق خاص یہ فرقہ کے تھے، انہوں نے اگر منضار پر کر لی تو خاص کی حیثیت سے کیا اس لیے
کہ نہ مال ہلاک ہو جائے تو خاص انہیں پر واجب ہوتا اور نہ مال کا بھی انہیں پر تھی نہ کہ جنم پر تو اگر
ہوں تو منضار کے ذریعے مال میں اضافہ کیا اور منفعہ کے طور پر یتیم کو کچھ دے دینا تو یہ
طریقہ پر اس کا ہوگا جیسا کہ ابو یوسف کی عادت بھی تھی۔ جہاں تک یتیم کے مال میں تصرف
کرنے کا معروف طریقہ ہے تو اس سے کھانے کی بات ہے تو بخاری کی شرحوں میں کتاب وصیت کی
شخصی میں اس کا واضح بیان ہے اور اس بارے میں علم کا اختلاف بھی معروف ہے۔ بعض محال یہ
من بھی کہ جسے کہ ابو یوسف سے یتیم کے مال میں تصرف ثابت ہے تو اس میں بھی کوئی حرج
نہیں اور اس پر علم وہی شخص کر سکتا ہے جس کا بھی ذریعہ ملک اور مطالعہ محدود ہو۔

موتقی نے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ اس کا مال کیا ہے کہ اگر کسی
نے یہ قسم کھائی کہ اس نے ایسا کیا تو اس کا سارا مال صدقہ ہے، جواب دیا، "میں انہاں کسی مسئلہ
میں کو ایسا نہ سمجھتا ہوں کہ جس سے وہ شخص اس کا مال سے لٹا دے۔ کسی شخص نے کہا اللہ
کی قسم یہ وہاں پر ہی وہ سے تو سنت فرمائی کہ ان پر چھ جہاں حرام کر دی گئیں مگر وہ اس سے
مل شدہ قیمت کھایا کرتے تھے؟

واہوں کے لیے مددگار ثابت ہو سکے۔ اس ابو حفص کہہ کرتے تھے کہ میری
رحمت اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور وہ ان سے اس کی روایت بھی کیا کرتے
تھے، لیکن اسحٰب ہے۔

سرخسی نے قرآن و سنت سے لے کر جواز پر بہت ساری دیکھیں دی ہیں اور ایک لمبی بحث
کی ہے۔ جیلہ کا مفہوم فقہاء کے نزدیک "مکر"، نہیں، بلکہ ایک ایسی لطیف تدبیر کا نام ہے جس سے
مخصوص میں نکر اور کے بغیر جماعت کی راہ نکال لی جائے۔ جوڑ چانی اور ابو حفص بخاری محمد بن حسن
کی کتابوں کے دو بڑے راوی ہیں۔ جوڑ چانی کی نفی اور ابو حفص کے اثبات سے میں جو کچھ کہتا
ہوں وہ یہ ہے کہ دونوں قوں کسی ایک کتاب کے بارے میں نہیں، بلکہ نفی کا تعلق اس کتاب سے
ہے جس کے مسائل میں گمراہت ہیں اور شریعت کی حکمت کے خلاف ہیں جس سے ہمارے
صحابہ بری ہیں، اور اثبات کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایسے مسائل جو انسان کو خسار سے
بھل لائیں اور حرج میں پڑنے سے محفوظ رکھیں، جس کو ابو حفص کبیر نے محمد بن حسن سے حاصل
کیا، اور جس سے حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ ہی شریعت کی
حکمت میں کوئی ظلم واقع ہوتا ہے۔ لہذا جوڑ چانی اس میں گمراہت کتاب کی امام محمد سے نفی کرنے
میں حق بجانب ہیں اور یوں ہی ابو حفص ہان علیہما السلام مسائل جو انسان کو کچھ ہیوں سے باہر کر دیا
کام محمد سے انتساب اور اثبات کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ ابو حفص کبیر، امام محمد بن
محمد بن یحییٰ بخاری ہیں جو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتبین میں سے ہیں۔ بخاری سے محمد
بن یحییٰ عی مرقات لکھتے تھے لہذا محمد بن دو راہیں میں جوڑ چانی نہیں سن سکے تھے، اور جو
لڑ چانی نے محمد بن حسن سے سنا مثلاً تفسیر الکبیر ابو حفص نہیں سن سکے تھے، کیوں کہ وہ بخاری
اور پیسے عی لوٹ چکے تھے تاکہ لوگوں کے لیے اس کتاب کو عام کیا جاسکے، لہذا نفی اور اثبات
دونوں کا تعلق کسی ایک کتاب سے نہیں ہے، اس کی تائید ان مسائل سے بھی ہوتی ہے جو شخص
مکر سے ابو حفص سے روایت کی ہے کیوں کہ وہ ایسے مسائل نہیں ہیں جو سخت شرع کے خلاف
حق کے متناقی ہوں۔ ابو حفص بہت بڑے امام ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ پہلے ہی عرق آئے
تھے، بخاری جب لوٹے تو علم و حکمت کا پھانسلے کر لوئے اور وہ اس حد تک علم پھیلا دیا کہ بخاری عالم

ابو یوسف نے کہا اسے کلع اس میں اور من بیود کے سستے میں کوئی مناسبت نہیں، یہودیوں
کی نیت یہ ہوا کرتی تھی کہ ایسا حیلہ تلاش کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرام کی حرم
چیزیں ان کے لیے حلال ہو جائیں اور یہ تو اس کا مال ہے، اور اس کے لیے حلال ہے اور وہ ایسا
حیلہ تلاش کر رہا ہے جس سے اس پر حرام نہ ہو جائے۔ (۱۰۶)

لوگوں سے حرج کو دور کرنا ایک فن ہے جس کی سمجھنا کبھی ہو سکتی ہے۔ علامہ وقت استاد محمد
ابو زہرہ مکتا شریعہ، کلمۃ حق کا قاری نے اپنی کتاب الامام ابو حنیفہ (۱۰۷) میں اس بحث کی
پوری طرح چھان بین کی ہے اور اپنی مشائخ کے مطابق زبردست تحقیق سے حرجیں کر دیا ہے۔

میں نے رسول اللہ کے صحابہ میں یہ لکھا ہے کہ: ہم نے اپنے اس رسالے میں جو محمد بن
حسن سے حاصل ہے، بطریق طحاوی (من احمد بن ابی مریم بن محمد بن امامہ) ذکر کیا کہ محمد بن امامہ
کہہ کرتے تھے کہ میں نے محمد بن حسن کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ کتاب بخاری کتابوں میں سے نہیں
بخاری طرف وہ زبردستی منسوب کر دی گئی ہے۔

امام محمد کی مراد کتاب فضیل ہے، یہ کتاب اسی زمانے میں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں
جاری تھی جن کا علم و تقویٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا، اس کتاب میں مؤلف کا نام ذکر نہیں
تھا اس لیے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ابو حنیفہ کے اصحاب کی یہ کتاب ہے جب کہ حقیقت اس کے
برخلاف ہے۔ جس امام سرخسی نے اپنی کتاب منسبوط (ج ۳ ص ۲۰۹) میں لکھا ہے۔

ابو یسلمان جوڑ چانی اس کا انکار کیا کرتے تھے اور کہہ کرتے تھے کہ جو شخص یہ
کہے کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحجاب نامی کوئی کتاب تصنیف کی ہے
اس کی تحدیق نہ کرو، لوگوں کے ہاتھوں میں اس نام سے جو کتاب ہے وہ
بلوادی کے کاتبوں نے جمع کی ہے، یا بلوادی نے ہمارے زمانے کرام رحمۃ
اللہ علیہم کی طرف ایسی باتیں صرف اس لیے منسوب کر دیں کہ ان کو شرمندہ
کیا جائے۔ امام محمد رحمۃ اللہ کے بارے میں ایسا کیسے خیال کیا جا سکتا ہے
کہ انہوں نے اپنی کسی تصنیف کا ایسا نام رکھا جو انہوں کو انکار کرنے

دن میں اسلام کا مرکز بن گیا۔ اہل بخارا نے ان سے جامع نووی مصنفات سے استفادہ کیا۔
مصنفات و کتب کی وسعت کی اور علم فقہ حاصل کیا یہاں تک کہ بخارا کا قریہ قریہ ان کے اصحاب
فقہ کی جماعت سے ہمراہ ہو گیا۔ مسعودی نے اب السخیر حریف (یہ بخارا کا ایک گائیک گاؤں ہے)
کے تحت لکھا۔

اس گاؤں میں فقہاء کی ایک جماعت تھی جو ابوحنیفہ کبیر کے اصحاب تھے۔

یہ امام بخاری (صاحب صحیح) کے ابتدائی استاد تھے جسے بھی ہیں امام
بخاری نے اپنا علمی سفر شروع کرنے سے پہلے ان کی شاگردی حاصل کی
تھی۔

خلیب کی تاریخ (ج ۲ ص ۷۷) میں ہے کہ

امام بخاری (صاحب صحیح) نے اس مبارک اور کتب کی کتابیں یہ دیکھیں اور
ان لوگوں (یعنی اہل رائے) کے کلام کی معرفت حاصل کی اس وقت ان
کی عمر صرف سولہ سال تھی۔

اسی میں (ج ۲ ص ۱۱) ہے:

امام بخاری (صاحب صحیح) نے جامع نووی امام ابوحنیفہ سے سماعت کی۔

خلیب نے امام بخاری (صاحب صحیح) کا نام ابوحنیفہ کے درمیان ایک ایسی حکایت ہے
بھی ذکر کیا ہے جو جوانی میں ہی بخاری (صاحب صحیح) کے حفظ و تھان کی شاہد ہے۔ امام ابوحنیفہ
کے صاحبزادے ابو عبد اللہ محمد جو ابوحنیفہ صغیر سے چنے جاتے ہیں اس لوگوں میں سے ہیں جن کو
بخاری نے طلب علم میں اپنا رفیق بنایا تھا۔ وہابی نے سیر اعلام النبلاء میں ان کی تعریف کی
ہے و عبد المجید کھنوی نے مسعودی البدیعہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور امام بخاری کو بخارا سے
لگالے جانے کا واقعہ بھی ان سے ہی مروی ہے۔ ان کے والد سے یہ واقعہ مروی نہیں کیوں کہ ان
کی وفات اس واقعے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ان کی تصنیفات میں ابوداؤد السجستانی
الاہواہ ان میں سے ایک ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر برنجی نے تاریخ سحراری (ج ۱ ص ۲۱۹)

انہوں نے نوح بن نصر بن احمد بن اسماعیل سامانی کے لیے ۳۳۲ھ میں کی (میں جہاں بخارا کے
حالات "در حرقہ" (یعنی حق کا دروازہ) کا ذکر کیا ہے لکھا ہے۔

ابوحنیفہ بخاری ایسی جگہ کے رہنے والے تھے یہاں سے کوچ کر کے
بخارا گئے۔ محمد بن حسن شیبانی سے علم فقہ حاصل کرنے کے بعد وہاں
آئے۔ وہ امام اور فتویٰ کے جامع تھے۔ اس علاقے میں ان کی طرح کوئی بھی
نہیں تھا۔ ان کا شمار ان لوگوں میں تھا جن پر اہل بخارا فخر کیا کرتے
تھے۔ بخارا میں انہیں کی وجہ سے ہم پھنچا یہاں تک کہ اسلام کا مرکز بن گیا
اور انہیں کی وجہ سے بخارا کے علاوہ اور قدرتی نگاہ سے دیکھے گئے۔

اس کے بعد ابو بکر برنجی نے ذکر کیا کہ کس طرح امرا و سلاطین ان سے خوف کھانے کرتے
تھے۔ میر محمد حالات کا واقعہ ذکر کیا کہ کس طرح وہ ان کی اجازت کے بعد ان سے ملنے آئے اور
جب تک بیٹھے بیٹھتے کی وجہ سے ایک بات بھی نہیں کر سکتے یہاں تک کہ واپس چلے گئے۔ ان کا یہ
قول بھی نقل کیا ہے کہ:

میں کئی عقدہ اور بڑے بڑے سلاطین کے پاس گیا مگر مجھے اس قدر رعبیت
کبھی بھی نہیں ہوئی۔

حکایت عدالت کا بھی ذکر کیا ہے جس کا عالم یہ تھا کہ وفات تک ان کا معمول تھا کہ روزانہ
آدھ قرآن کریم تلاوت کر لیں۔ حافظہ بخاری محمد بن سلام بخاری کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب خواب میں دیکھا کہ ادب پر سو رہا تھا۔ ان کی طرف نظر کیا تو بارہ
اوس حکایت کے مطابق سر مبارک پر ایک سفید ٹوپی تھی۔ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریف آوری سے
خوش تھے۔ انہوں نے ابوحنیفہ کے کمرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تار مار دیکھا کہ ابوحنیفہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرماتے اور اس کی
تائید فرماتے۔ اس کے بعد یہ لکھا کہ ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۷ھ میں ہوئی اور مقام "محل" میں
ان سے گئے۔ جس کو "محل ابی حنفہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وہاں کی مسجد میں اور عبادت
گاہوں میں جس میں بخاری بن گئے ہیں۔ لوگ اس جگہ سے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ علاقے

عراق اپنے مشکل مسائل ان سے اور ان کے اصحاب سے حل کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد علم و تعلیم اور عبادت سے ان کی دلچسپی کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کے صاحبزادے ابو حفص صیغ کا علمی مقام بھی بیان کیا ہے۔ ابو نصر احمد بن محمد بن نصر تباوی نے اس تاریخ کو قاری میں ۵۲۲ھ میں منتقل کیا اور ۵۷۳ھ میں محمد بن زفر بن عمر نے اس کی تصحیف کی ہے۔ قاری ترجمہ ۱۹۹۲ء میں پیرس سے شائع ہوا ہے، عربی کا ایک حصہ بھی وہاں سے شائع ہوا۔ جو شخص اس عظیم امام کے علم و فتویٰ اور بزرگی سے ناواقف ہے تو کم از کم اپنی جہالت کو علما کے درجات اور مراتب جاننے کا معیار نہ ٹھہرائے، مگر اس حقیقت سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو اصل کتاب اور ترجمہ میں ۵۳۲ ص ۵۶ کا مطالعہ کرے۔

امام ابو یوسف کی وفات

ابن ابی حوام نے محمد بن احمد بن حماد سے روایت کیا، انہوں نے احمد بن قاسم برقی سے انہوں نے بشر بن ولید سے کہ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۵۸۲ھ میں بروز جمعرات یثرب تھری ہوئی۔ خطیب نے غلیظ بن خیاط، یعقوب بن سفیان اور ابو حسان زیادوی سے مذکورہ تاریخ وفات پر اتفاق نقل کیا ہے، تاہم یعقوب نے تاریخ الاول کے بجائے تاریخ الآخر ذکر کیا ہے، یعقوب نسوی کے خلاف عمدہ قول بشر بن ولید کا ہے کیوں کہ وہ ان کے ان اصحاب میں سے ہیں جو ہر وقت ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ قاسم بن بھری نے جو ۶۱۷ھ میں تاریخ وفات بتائی ہے وہ سبقت کلم کا نتیجہ ہے۔ یونہی ۱۸۱ھ بھی سبقت کلم کی دلیل ہے جس کی بہت سبقت کے نزدیک غلیظ بن خیاط کی طرف کی گئی ہے۔ صبری نے واقفی سے بطریق ابن نعدہ ۱۸۲ھ میں وفات بتائی ہے، (۱۰۸) اس طرح وہ جمہور کے ساتھ ہیں۔

خطیب نے بطریق برقانی (عن محمد الرضی الخلال، عن محمد بن احمد بن یعقوب عن ابیہ) ذکر کیا کہ سب سے شجاع بن قلندر کہتے ہوئے سنا کہ ہم لوگ قاضی ابو یوسف کے جنازے میں شریک ہوئے، وہاں سے ساتھ عباد بن حوام بھی تھے، ہمیں سنا کہ وہ کہتے ہوئے سنا مسلمانوں کے لیے فردی ہے کہ ابو یوسف کے بارے میں ایک صحرے کو آجس میں شہادت کریں۔ (۱۰۹)

ابن ابی حوام نے طحاوی سے روایت کیا، انہوں نے ابن ابی عمر ان سے انہوں نے داؤد بن وہب سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرحمن بن قواس نے بیان کیا (ابن ابی عمر ان کہتے ہیں میں نے انہیں بھی کو کہتے ہوئے سنا کہ بعد ازیں قواس سے افضل کوئی نہیں) قواس کہتے ہیں کہ معروف

کرتی نے پوچھا قاضی ابو یوسف کی کیا خبر ہے؟ جواب دیا، ہمارے انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم کو وہ قتل ضرور جانتا، مجھ سے کہ تم کبھی چھپانا تو اس کہتے ہیں کہ میں اسی وقت گیا تھا کہ ابو یوسف کی خبر درپردہ بت کر سکوں، جب میں دروازے پر پہنچا تو دیکھ کہ ابو یوسف کا جنازہ آ رہا ہے اور وہ اس کے ساتھ آ رہے ہیں، میں جنازے کے ساتھ چلنے لگا، میں نے سوچا کہ وہاں ابو یوسف کو اپنے پاس رکھ دو تو دروازہ کی وجہ سے جنازے سے ہم دونوں محروم ہو جائیں گے، جب میں وہاں پہنچا تو مصروف کرتی کے پاس آیا اور انہیں اس حادثے کی اطلاع دی اور کہا کہ اگر میں وہاں آپ کے پاس آتا تو بھی آپ کو کئی رنجش مل سکتی، میں نے دیکھ کہ جنازے میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے وہ بہت افسردہ ہوئے، میں نے پوچھا آپ کیوں افسردہ ہو گئے؟ انہوں نے کہا میں نے آج رات دیکھا گویا میں جنت میں داخل ہو کر گیا ہوں، میں نے جنت میں ایک گل دیکھا (اس گل کے صوف بھی نہیں نے ہوں کیجیے کہ میں نے چھپا کر بھیج کر کس کا ہے؟) جواب ملا قاضی ابو یوسف کا نہیں ہے پوچھا وہ کس وجہ سے اس کے مقتول ہوئے؟ جواب دیا عمر چلائے اور لوگوں کے ان کی محبت کرنے کی وجہ سے۔

خطیب نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے جس کے آخر میں ہے، میں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ تم نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں اس حدیث کی خبر دی کہ پیر ہر گز راز اور غیبت کا کھلا کر کرنے نہ کرے۔ میں نے ان سے پوچھا اور انھوں نے ان کے جنازے میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو اس قدر اطمینان کیوں ہے؟ انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ جو میں جنت میں داخل ہو گیا ہوں، ایک خوبصورت محل ہے جس کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور دارے سے لگا ہے چار چکے ہیں، پیرے ہو گئے تھے ہوئے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں، ہم نے پوچھا یہ محل کس کے لیے ہے؟ جواب ملا عائشہؓ اور ابو سہل کے لیے۔ ہم نے پوچھا کس وجہ سے اس محل کے حق دار ہو گئے؟ جواب ملا

(۲) **پیشہ ورانہ تعلیم** : انگریزوں نے دکنی انداز میں دیکھ کر وہ تعلیم کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ ان کے خیال میں اگر ایک شخص کو صرف تعلیم کے لیے بھیجا جائے تو وہ وہاں سے واپس آ کر اپنے وطن میں اپنی تعلیم کو دوسروں تک پہنچا کر دے گا۔ اس لیے انہوں نے ایک نیا طریقہ کار اختیار کیا۔ ان کے مطابق ایک شخص کو تعلیم کے لیے بھیجا جائے گا تو وہ وہاں سے واپس آ کر اپنے وطن میں اپنی تعلیم کو دوسروں تک پہنچا کر دے گا۔ اس لیے انہوں نے ایک نیا طریقہ کار اختیار کیا۔ ان کے مطابق ایک شخص کو تعلیم کے لیے بھیجا جائے گا تو وہ وہاں سے واپس آ کر اپنے وطن میں اپنی تعلیم کو دوسروں تک پہنچا کر دے گا۔

دکون کا خیر کار دس دینے اور بھائی پر بھارنے اور لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر کی وجہ سے۔ (۱۱۰)

اور جاکے السندہ میں ہے جس کو ابن عبد العزیز، خطیب، صمری و ابن ابی حمزہ وغیرہ نے روایت کیا کہ میں نے محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معجزہ کیا؟ جواب دیا: "میں نے پوچھا اور ابو یوسف کے ساتھ کیا؟ جواب دیا: "وہ مجھ سے بلند مقام پر تھیں۔" میں نے پوچھا اور ابو حنیفہ کے ساتھ کیا؟ جواب دیا: "ان کی بات کا پوچھتے ہو وہ تو اہل عیلم میں ہیں۔"

ابن ابی حمزہ نے غلامی سے روایت کیا انہوں نے ابن ابی عمران سے انہوں نے حسین بن عبدوہ راق سے اسے کہتے ہیں کہ جب ابو سہف کا جنازہ نکلا گیا تو حاضرین میں ابو یعقوب خراسانی بھی تھے، لوگ کہنے لگے کہ کشتِ موت ہو گئی، فدیہ کی موت ہو گئی، ابو یعقوب نے شعر پڑھنے لگے۔

بالاعى الققه الى اهله
 لم يمض الققه ولكنه
 الققه يعقوب الى يوسف
 فهو مقيم قاعا ما لوى
 ان مات يعقوب وما يدرى
 حول من صدر الى صدر
 فرال من طهر الى طهر
 حل وحل الققه في قبر (III)

(ترجمہ) اسے فک کی موت کی خبر دینے والے، یعقوب کا اگرچہ انتقال ہو گیا ہے مگر فک کی موت نہیں ہوئی۔ وہی بدک ایک سینے سے دوسرے سینے کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ یعقوب نے ہسٹ کے سینے میں ڈال دیا اس طرح ایک پاک ہستی سے دوسری پاک ہستی کی طرف اس کا انتقال ہو گیا اور وہ زندہ ہیں، جب اس کا انتقال ہو جائے گا اور وہ انہیں قبر میں ڈال دیں گے تو اس وقت فک بھی ان کے ساتھ قبر میں جا چکا۔

محمد بن احمد بن حماد سے مروی ہے، انہیں نے محمد بن یعقوب فرخی سے روایت کیا، انہوں نے ابو حسان زیاد بن حسن بن عثمان سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر، وہ ان رشید کے قاضی تھے، ابو جعفر نے اپنے صاحبزادے ابو جعفر کو منصب قضا پر فائز کر دیا، وہ اپنے والد کے ساتھ فیصلہ کیا کرتے تھے، جب ابو جعفر کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے ان کے صاحبزادے ابو جعفر کو اس منصب پر برقرار رکھا اور وہ اس منصب پر اپنی وفات تک فائز رہے، امام ابو جعفر کے صاحبزادے محمد بن

جعفر سے مروی ہے، وہ حسن بن حماد جعفری سجادہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف سے سنا کہ میں تقیہ کا ذکر کیا گیا اور مجھ سے پہلے میرے والد تقیہ کے عہدے پر نہ تھے، ہم لوگ تیس سال تک اس منصب سے متعلق رہے اس مدت میں کبھی بھی ہمیں یہ نویت نہیں آئی کہ بعد اوران کے بھائی کے کسی عقد سے کافر فیصلہ کریں۔

قاضی کو بھی نے کہا مجھے احمد بن ابی یوسف نے خبر دی، انہوں نے مفضل بن حسان سے روایت کی، انہوں نے علی بن صانع سے وہ کہتے ہیں کہ موی (بادی) نے ابو یوسف کو تقیہ کا ذکر کیا اور وہ برجہ کا فیصلہ کیا کرتے تھے شریک اس وقت کو مذ میں تھے، ابو یوسف اور عافیہ نے مہدی سے شکایت کی کہ وہ (شریک) ہمارے کتابوں سے استفادہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے مسائل کا نفاذ کرتے ہیں۔

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف مہدی کے زمانے میں موی کے لیے ان کے دروازے پر تقیہ کا کام انجام دیتے تھے۔

علی بن صانع نے کہا کہ ابو یوسف ہمارے ساتھ اور موی کے ساتھ مہدی کے زمانے میں جرجان آئے، مہدی نے یوسف کو ان کے والد کی جگہ قاضی بنادیا اور ہم لوگ جرجان میں ہی تھے۔ قاضی کو بھی نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن ابی حسان نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عبد الحکم سے حواری سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف نیک، مومن اور بچے انسان تھے، ابو یوسف نے اپنی اکثر کتابیں انہیں پڑھائیں، وہ فیصلہ کرنے میں ابو یوسف سے زیادہ برائے شان کے مالک تھے، تاہم خود روبرو اور حفظ میں وسیع اکثر نہیں تھے، قاضی کا بیان ہے کہ انہوں نے ابو یوسف سے علم حدیث حاصل کیا۔

رشید ابو یوسف کے چنانچہ کے آگے آئے کل رہے تھے، اور ناز چناڑہ کی امامت بھی کی اور اپنے مکرر والوں کے قبرستان میں انہیں دفن کیا، دفن کرتے وقت یہ کہا "مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے عزت کرتیں۔"

ان کی قبر بغداد کے علاقے کرنا میں واقع قریش کی قبرستان میں ہے۔ ان کے قریب محمد الامین اور زبیرہ کی بھی قبر ہے اور بعد میں امام موی کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہیں دفن کیا گیا۔

ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کا طریقہ میں ہے اور لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

ان کے صاحبزادے قاضی یوسف کی وفات ابن حبان کے مطابق رجب ۱۹۲ھ میں ہوئی، خلیفہ نے ان کا ذکر کر رہا تھا۔ حافظ عبد القادر قرشی نے کہا ہے کہ یوسف نے کتاب الآثار اپنے والد ابو یوسف کے حوالے سے روایت کی وہ ختم جلد میں ہے۔ اس کا سلب و نسخ ناقص ہے، ان کے ذکر سے سے متعلق ایک نو جوان ادیب کا ایک رسالہ بغداد میں شائع ہو چکا ہے مگر مجھے دور رسالہ نہیں مل سکا تا کہ میں اس سے استفادہ کر سکوں، ان کی ایک اچھی کوشش ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اچھا حاصل عطا فرمائے۔

ابو یوسف کون ہیں؟ امام ابو یوسف کے ان شاگردوں میں سے ایک ہیں جو وقت کے امام تھے، ابن جریر شافعی نے کہا "ان کے شاگرد بڑے بڑے مجتہد امام اور راسخ فی العلم تھے جن میں عبد اللہ ابن مبارک، ابیٹ بن سعد اور امام مالک بن انس سر فہرست ہیں" بعض ائمہ کا فرمان ہے کہ مشہور ائمہ اسلام میں کسی کے اصحاب اور علاوہ اس پایہ کے نہیں ہوئے جس طرح کے ابو یوسف کے اصحاب اور علاوہ تھے اور جس طرح علما نے ابو یوسف سے استفادہ کیا کسی اور سے نہیں کیا۔ محمد ابن اشیر نے حلیہ الاحول میں کہا کہ عہد قدیم سے امت کا ایک حصہ انہیں کے مذہب کا پیروکار ہے۔

علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا "امت محمدیہ (متحدہ) کی دو تہائی، اکثریت ابو یوسف کے مذہب کی پیروکار ہے اور اس پر دلیل بھی دی ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔"

امام ابو حنیفہ کی ابو یوسف کو گرفتار و وصیت

ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے اہل سنت کے عقیدے سے متعلق کچھ مسائل روایت کیے ہیں جو ہمارے منظم اصحاب کے درمیان متداول ہیں۔ یعنی ابو یوسف کی ابو حنیفہ سے "ارباب" سے متعلق دو روایت بھی متداول ہیں جو بصرہ کے عام مشن جی کے رسالے میں مذکور ہے۔ ابو حنیفہ کی ایک اور وصیت ہے جو انہوں نے ابو یوسف کو اس وقت کی جب ان کے اندر رجحانی آگئی تھی، ان کے اچھے کردار کا ہر ہو گئے تھے اور لوگوں میں ان کی مقبولیت ہو گئی تھی۔ اس وصیت میں ابو حنیفہ نے ابو یوسف کو بتایا ہے کہ کوئٹہ کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ کیا جائے۔ اس وصیت کی نص بیحد موقوف کی کی مساقب اسی حبیفہ میں (۱۳) ص حب القادی بزانہ کی ہے۔ باب میں اور ابن قیم کی الاشہاد والسطائر وغیرہ میں منقول ہے۔ ان کے استاد نے اس میں اچھے انداز اور حکیمانہ اسلوب میں لوگوں کے ساتھ معاملے کی تلقین کی ہے اس وصیت میں صلی مراکز اور بیسٹروں کے لیے دیانت اور تقویٰ اور تعلیم و تعمیم کے راستے ہیں۔ مجھ سے یہ گوارہ نہیں ہو سکا کہ اتنی ہم وصیت سے اس کتاب کو خالی رکھ جائے لہذا اس وصیت کو پڑھیے اور اسے اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھیے۔ امام ابو حنیفہ اس میں فرماتے ہیں:

بمقبولہ اہل دین کی قدر و منزلت کیا کرتا اس کے سامنے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا، صلی ضرورت کے بغیر ہر وقت اور ہر حال میں اس کے پاس مت جایا کرنا، کیوں کہ اگر تم اس کے پاس دیر بار جا کر اس کے توجہ دہی قدر اس کی نگاہ میں کم ہو جائے گی، بدشاہ سے اسی طرح رہو جیسا کہ آگ سے واسطہ نہ پڑتا ہے کہ تم سے فائدہ اٹھالیتے ہو اور اس سے دور رہی رہے ہو اور اگر قرب

بلا صلیہ اسباب کے سر پر ہوا جب کہ مجھے ان کا عقل و صحت میں (لا نزاع)

ہو گئے تو تم جل جاؤ گے اور تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ اس لیے بھی کہ بادشاہ جو کچھ اپنے لیے دیکھتا ہے اس میں وہ کسی اور کو شریک نہیں کرتا چاہتا۔ اس کے سامنے بہت زیادہ بات کرنے سے پرہیز کرتا کیوں کہ وہ تمہاری باتوں میں سے کچھ ایسی بات نکالے گا جس سے وہ اپنے حاشیہ نشینوں میں یہ ظہر کرے گا کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، وہ تمہاری غلطیاں نکالے گا جس کی وجہ سے تمہاری عزت اس کے قویٰ میں کم ہو جائے گی، جب تم اس کے پاس جاؤ تو اپنی اور دوسروں کی قدر کو سمجھا کر وہ اس کے پاس ایسے وقت مت جاؤ جب کوئی ایسے اہل علم بیٹھے ہوں جن کو تم نہیں جانتے، کیوں کہ اگر تم ان سے کم سرجہ میں ہو گے تو اس پر برا بیٹنے کا خیال پیدا ہوگا جس سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور اگر ان سے زیادہ علم تمہارے پاس ہوگا تو ممکن ہے تمہارے دقار کو تمہیں لگ جائے جس سے تم بادشاہ کی نگاہ میں گر جاؤ۔ اگر وہ اپنے کاسوں میں سے تمہیں کچھ دے تو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے راضی ہے اور علم و تقوا میں تمہارے مذہب سے راضی ہے تاکہ حکومت میں تم کسی اور کے مذہب کی اتباع کے مرتکب نہ ہو۔ بدشاہ کے دوست اور اس کے حاشیہ نشینوں کے پاس دیر بار نہ جاؤ بلکہ صرف ان سے قرب رکھو حد تک معاملہ رکھو اور اس کے حاشیہ نشینوں سے دوری اختیار رکھیے رہو تاکہ تمہاری عزت و آبرو بچتا رہے۔

لوگوں کے سامنے صرف اس قدر بات کرو جتنا تم سے پوچھا جائے۔ معذات اور تجاروت میں کلام کرنے سے پرہیز کیا۔ ترو سوائے اس کے کہ اگر اس کا تعلق علم سے ہو تو کوئی حرج نہیں، تاکہ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ تم ہاں کے لوگوں کے ہواں سے ہو تمہارے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے اور یہ تمہیں گمراہی کے کمرشات پہنچے گا اور دلا رکھتے ہو اور ان پر پناہ غور رکھنا چاہیے ہو۔ عام لوگوں کے سامنے نہ تو مکمل کھلا کر بیسٹرو اور مدقی مسکراؤ، ہزار بہت زیادہ نہ جاؤ، جو سچے نہ مر اچھی کوئی گتھی گئے ہیں ان سے بات چیت مت کرو، وہ وہ کہیں، اس صبر سے کم کے بچوں سے بات کرنے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے میں کچھ حرج نہیں۔

رہتے پڑے پڑھوں کے ساتھ نہ چلو کیوں کہ اگر تم نہیں گئے کہو کہ تو یہ تمہارے صبر کی آئین ہوگی اور اگر ان سے آگے چلو گے تو بڑی کی وجہ سے وہ تمہیں متھ کریں گے کیوں کہ نبی

اکرم علیہ السلام کا فرمان ہے "جس نے ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کی اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں" (۱۱۳)

ماستہ میں مت بیٹھا، اگر اس کی ضرورت پیش آجائے تو مسجد میں بیٹھ جاؤ شراب خانے میں مت بیٹھو، بازار اور مسجدوں میں مت کھاؤ شراب کے برتنوں سے اور شرابی کے ہاتھوں سے نہ پیو۔
روٹی کیٹھ سے اور چھوڑ مت پیو، کیوں کہ اس سے دھار اور سوچ بچار میں کمی آتی ہے۔
سوئے وقت اپنے گھر میں اپنی بیوی سے ضرورت سے زیادہ بات مت کرو، بہت زیادہ لمبے اور جماع سے بھی پرہیز کرو، جب بھی اس سے جماع کا ارادہ کرو تو پیسے اللہ کا ذکر کر لیا کرو، استکار بھی کر لیا کرو، دوسروں کی عورتوں کے بارے میں اس کے سامنے کوئی بات مت کرو اور نہ ہی بدعنوانی کے بارے میں کوئی بات کرو، کیوں کہ وہ تمہاری اس حرمت کی باتوں سے تمہارا بے خلاف جرائمندی کا مظاہرہ کر سکتی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گرم اس سے کسی غیر محرماتوں کے بارے میں بات کرو گے تو کسی اجنبی مرد کے بارے میں بھی بات کرو گے۔

سسرال کم سے کم جانے کی عادت ڈالو، کیوں کہ وہ سب تمہارے ماں پرانا حق جتانے کی کوشش کریں گے، اور اس کو لینے لالچ کریں گے، اور وہاں اپنی عورت سے قرب حاصل کرنے سے بھی پرہیز کرو۔

لڑکائی یا لڑائی والی عورت سے شادی کرنے سے پرہیز کرو، کیوں کہ وہ سارا مال ان کے لیے بیٹھ کر دے گی، تمہارا مال چوری کر کے اپنے بھوک پر خرچ کرے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن سے تم سے زیادہ عزیز ہوں گے۔ دو بیویوں کے ساتھ ایک گھر میں جماع نہ کرنا دوسری عورت سے اس وقت تک شادی نہ کرنا جب تک تمہیں اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ تم اس کی ذمہ داری اور ضرورت کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں کرو گے۔

پیسے علم حاصل کرو، پروردگار تمہارا علم بڑھاتا ہے، اگر وہ تعظیم حاصل کرنے کے زمانے میں مال (۶) بھرا، فراہمی کی طرف، بعضہ شنی، بعضہ شنی، بعضہ شنی (بعضہ شنی ۱۰۰) ایک سو کو دوسری سو سے اس قدر بڑھ کر دیا کہ اس کو چھ کا پتلا پانی ہی نہ دیا۔

(۱۱۷) تاریخ بغداد ۱۳۲۹ ۳۳۹

(۱۱۸) تاریخ ساری

کے چچے بڑوں کے تو علم کی سعادت سے محروم ہو چکے۔ مال تمہیں بدعنوانی، فساد خریدنے اور دنیا میں مشغول ہونے پر ابھارے گا۔

علم حاصل کرنے سے پہلے شادی کرنے سے بچتے رہنا، اس سے تمہارا وقت برباد ہوگا، بچوں کی بھڑک جاتے گی اور اوراد کی کثرت ہو جائے گی، پھر تم ان کی ضرورت چوری کرنے میں لگ چکے ہو اور علم سے تمہارا رشتہ ختم ہو جائے گا، عہد شباب میں علم حاصل کرو، فارغ وقتوں میں علم حاصل کرو، ذہن و فکر جب خالی ہو اس وقت علم کی طرف توجہ کر لو، گھر مال کی طرف توجہ کرنا کہ مال جمع ہو جائے، کیوں کہ کثرت مال و مال میں کو مصروف کر دیتی ہے، ہر جب مال جمع ہو جائے تو شادی کر لو۔

تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، اور ہر خاص و عام کو نصیحت کرو، لوگوں کی توجہ نہ کرو، ان کی تعظیم کیا کرو، بہت زیادہ ان کی محبت مت اختیار کرو، سوائے یہ کہ وہ تمہارے ساتھ رہا کریں اور جب ان کے ساتھ رہو تو وہی مسئلہ کا ذکر نہ کرو، کیوں کہ اگر تمہارا ہم نشین علم دوست ہوگا تو اس میں دلچسپی لے گا اور اگر علم دوست نہیں ہوگا تو آنکھ و تمہارے ساتھ بیٹھنے سے اجتناب کرے گا۔

عام لوگوں سے اصول و دین اور علم کلام پر گفتگو کرنے سے احتراز کرو، کیوں کہ وہ تمہارے علم و کار پر ضرورت دیگر وہ اس میں مصروف ہو جائیں گے۔

(۱) اصول و دین اور علم کلام پر گفتگو کرنے سے احتراز کرو، کیوں کہ وہ تمہارے علم و کار پر ضرورت دیگر وہ اس میں مصروف ہو جائیں گے۔

فوق العادہ علم
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو

وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو

وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو
وہ علم کہ جس سے علم حاصل ہو

جو شخص کوئی مسئلہ پوچھنے آئے جتنا پوچھتے جواب اسی قدر دوس میں کچھ اور اضافہ نہیں کر دوں گیوں کہ اس سے جواب کچھ میں نکلتا ہو جائے گی۔

اگر کسی سال تک بھی بغیر کسب و معاش رہنے کی قوت نہ تھی تو بھی علم سے دوری مت اختیار کر دیں کہ اگر علم اس سے دوری اختیار کر دے تو تمہاری زندگی تنگ ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واضح ہے و من اعرض عن ذکرہ فان له معیشتا حسنا (طہ) تیت ۱۰۰ اور ترجمہ جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اس کے لیے کچھ زندگی ہے۔

طہا بان فلہ پر خوب توجہ دینا، ان میں ہر ایک کو اپنا عزیز اور اپنا بیٹا بنائے رکھو تا کہ اس کی دلچسپی بڑھانی کی طرف زیادہ ہو سکے۔

اگر کوئی عام اور مازوری شخص بحث کرے تو اس سے بحث مت کرو کیوں کہ اس سے تمہاری وجہ بہت ختم ہو جائے گی۔

حق بیان کرنے سے بھی اور کسی کے سامنے پیچھے نہ اٹھنا اور چاروں مسئلوں میں کیوں نہ ہو۔

دوسروں سے زیادہ عبادت کرنے کی کوشش کرو کیوں کہ لوگ اگر تمہیں تم عبادت کرتے دیکھیں گے تو تمہارے بارے میں برا خیال کریں گے اور عبادت سے ان کی دلچسپی بھی کم ہو جائے گی اور وہ یہ سوچنے لگیں گے کہ تمہارا علم تمہیں اس قدر نفع نہیں دے سکا جس طرح کہ ان کا صاحب انہیں نفع دے رہا ہے۔

جب کسی ایسے شہر میں جاؤ جہاں اہل علم موجود ہوں تو اپنی تری کا خیال مت کرو بلکہ یہ

(۱۲۱) مقدمہ میں طہارہ میں ۴۴۸

(۱۲۲) مقدمہ میں طہارہ میں ۴۴۸ میں ایک قسم معلوم ہفت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص جہان نماز عبادت میں سے علم کو کسی ایک عبادت کے ساتھ ملا کر لینے سے یہ متاثر نہ ہو کہ اس وقت کی غیر موجودگی میں مذکور علم کا جو جہان نہیں ہوگا مثلاً قول من شاقول من شاقول اللہم الصلوا وکوفوا (۱۲۳) میں ہے وہی خبر میں ۴۰۰ و جب ہے (۱۲۴) میں ہے علم مسجد کو یہ کہ اسے کتب خانہ بنادیں اور اس میں کتب خانہ کر دیا جائے تاہم اس میں نہ کوئی راجح نہیں۔ (طہارہ میں طہارہ میں علم اصول ۱۲۴ ص ۱۹۹)

۱۲۵ اگر کوئی جہان میں شاقول سے لغت میں دلیل لائے تو قاف کیا ہے جب کہ میں حسن کی لغت میں ثابت ہے مترادف میں سب لے گیا ہے اور اس میں جہان میں مترادف کرنے والوں میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لغت کے مترادف معادل لغت سے نقل رکھا ہے۔ (مترادف)

کو انہیں میں کا ایک فراخ کردہ تاکہ انہیں اس بات کا یقین ہو سکے کہ قرآن کے شخص کے لیے خطہ نہیں ہو، ورنہ وہ اس سب تمہارے مخالف ہو جائے گا اور سب مل کر تمہارے مذہب پر طعن کریں گے۔ ہر ملوک بھی ان کی حمایت میں تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تم بغیر کسی قاعدہ سے اس کی نگاہ میں مطمئن ہو جائے گے۔ اگر وہ کوئی فتویٰ چاہیں تو جواب مت دو ان کے ساتھ کسی بحث و مباحثے اور مناظرے میں شریک نہ ہو۔ جب بھی کوئی مسلمان کے سامنے بیان کرے کہ تو دنیا کی کی توضیح ابھی طرے کر دو اس کے ساتھ ساتھ کو برا بھلا مت کہو کیوں کہ وہ تمہیں برا بھلا کہیں گے، تو انہوں سے بڑی اوشیاری کے ساتھ رہو۔

اللہ کی درگاہ میں اپنا خدا پر دہا بن ایک رکھو، کامیابی اور صلاح ایسے ہی عالم کے لیے ہوتی ہے جس کا خدا پر دہا بن ایک ہو۔

اگر بادشاہ کسی کام کی ذمہ داری سونپے جس میں تمہارا قاعدہ ہو تو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ اگر تم قبول نہیں کر دے تو کوئی ایسا شخص قبول کرے گا جس سے تم کو نقصان پہونچے گا اور جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے تمہارے علم کی وجہ سے تمہیں اس کی ذمہ داری سونپی ہے۔

قرآن و احادیث کی مجلس میں خوف سے بھی بھی بات مت کرو اس سے الفاظ میں غلطی اور زبان کی لغت پیدا ہوتی ہے۔

کثرت تکلم سے بڑھ کر وہ اس سے دل مرد ہو جاتا ہے۔

گورنوں کی ہم نشینی سے احتراز کرنا، اس سے بھی دل مرد ہو جاتا ہے۔

چلنے میں وقار اور سکون کا رکھنا، کہ کسی بھی سعادت میں جلد بازی سے کام مت لو۔

بیچے سے اگر کوئی شخص داد دے تو جواب مت دو کیوں کہ ہاتھ بیچے سے داد دینا کرتے ہیں۔

جب بات کرنا تو صحیح و بیکار سے اجتناب کرو، بہت بلند آواز سے بھی بات مت کرو۔

مرحلتے میں تلبیہ کی اور دعا کا مظاہرہ کرنا کہ لوگوں کے دلوں میں تمہاری جگہ نہ جائے۔

لوگوں کے درمیان جب رہو تو اللہ کے ذکر کی کثرت کر دنا کہ وہ تم سے بیکہ نہیں۔

کریں، نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”بے دین شخص کی بے دہی کا چرچہ کرو تا کہ لوگ اسے جانت لیں اور اس سے پرہیز کریں“ (۱۱۳)۔ معاشرے کا کوئی اہم فرد بھی بے دین ہو تو اس کے چاروں طرف خوف کیے بغیر اس کا اعتقاد کروا دینا تعالیٰ تعجزاً اور دین کا نام صرف دیکر ہے، اگر تم نے ایک دایہ باندھا تو وہ تم سے خوف کھایا کریں گے اور پھر کوئی بھی دین میں بدعت کی اہماد کی بدعت نہیں کر سکتے گا۔

اگر تم اپنے بادشاہ میں کوئی ایسی چیز دیکھو جو ظلم کے خلاف ہو تو اس کی فرماں برداری کے اندر رہتے ہو اس کا ذکر کرو، کیوں کہ اس کا خوف دوم سے زیادہ ہے اور اس سے گواہ آپ نے جو کہ مجھ پر مسلط کیا ہے اس کا مٹھو اور فرماں بردار ہوں، مگر آپ کی کچھ باتیں عادی ہیں جو ظلم کے موافق نہیں۔ بادشاہ کے ساتھ ایک مرتبہ ہی اس طرح کی نصیحت کاافی ہے، کیوں کہ اگر تم بار بار اس طرح کی نصیحت کی کوشش کرو گے تو وہ تمہارا اعتقاد کرنے کی فکر میں رہے گا اور یہ حقیقت میں دین پر حملہ ہوگا۔ ایسا صرف ایک بار دہرانا کافیا ہے یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارا بدل میں دین کی تپ اور اس پر اصرار صرف کی فکر ہے۔ جب سب سے بڑے بارگاہی میں اس کے گھر جاتا اور دین کے بارے میں نصیحت کرو اور اگر مہتمم ہو تو حکمران کو دے، بادشاہ ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول کے حوالے سے اسے سمجھاؤ اگر مردہ اسے تسلیم نہیں کرتا تو کبھی بات نہیں دو، ساتھ فتانی سے دعا کرو کہ وہ جس میں اس کے شر سے مخلوق نکلے۔

موت کو یاد کیا کرو اپنے ساتھ دو اور جن لوگوں سے تم نے ظلم حاصل کیا ہے ان کے لیے سے مغفرت کیا۔ روغن کریم کی حلاوت کیا کرو نہایت قدور کی کثرت کے ساتھ ساتھ ان اور مقدس مقامات کی زیارت بھی کثرت کے ساتھ اپنے معمولات میں رکھو۔

عام لوگ اگر خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے بارے میں کچھ کہیں تو قبول ہو جائیں گی خواب میں نیک لوگوں کی زیارت سے مطلقاً یہ پوچھیں کہ انہوں نے انہیں مسجدوں میں مقدس مقامات پر اور مقبروں میں دیکھا ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ۔

[illegible]

۱۵۰
ہر نماز کے بعد کچھ خاص درود وغیرہ اپنے لیے مستحکم کر لو، جس میں قرآن کی قراءت کروا دے۔
تعالیٰ کی ذکر کرو، جو نعمتیں اس نے تمہیں عطا کی ہیں اس کا شکر بھی لاکھ اور صبر کی جو دولت عطا کی اس
کا شکر ادا بھی کر دو۔

ہر مہینے میں کچھ دن روزوں کے لیے خاص کر لو تا کہ عام لوگ تمہاری وجہ سے اس عمل کی طرف مائل نہ ہوں۔

عام لوگ جو (مصلحت) عبادت کرتے ہیں ان سے ایک تھک چکے عبادت کرو۔
اپنے نفس کا سامنا کرتے ہو، علم کی حفاظت کرتے ہو، تاکہ تہجد پڑھو اور آخرت سنبھالو۔
اپنے نفس کو نہ بچھو اور نہ خیر و بُکارت اپنا مصلحت بنالو، جو تہجد کی خدمت کا کام انجام دے، تم اپنے معاملات میں اس پر احکام کرو۔

اپنی دنیا دار جس چیز میں تم ہو اسے آسودہ نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے اس سب باتوں کی پریش کرے گا۔ امر و غلامی خریدو۔ بادشاہ کا قریب مت اختیار کرو اگر ان کا قریب اختیار کرو گے تو وہ اپنی ضرورت پیش کریں گے اگر اسے پوری کرو گے تو وہ تمہاری توجہ نہ کریں گے۔ اگر اس سے برکشت ہو گے تو عیب دار و فحش رہیں گے۔

خطیبوں میں لوگوں کی پیروی مست کروا ہاں اچھا بھلا میں ان کی پیروی ضرور کرو۔
اگر کسی انسان کی ہر انی کا قصہ معلوم ہو جائے تو اس کا ذکر نہ کرو بلکہ اسے اچھے بات بتاؤ۔
مگر اس کے اندر کوئی دلی کمزوری ہو تو لوگوں کو اس لیے بتاؤ کہ وہ اس کی پیروی سے بچے۔

۱۲۰ یہ ساری باتیں دانش اہل کے ساتھ دیکھ کر بھی نہیں بھل گئیں، اور انہیں سب سے بات نہیں کہی کہ اسی سے (سرفراز)

(۱۲۱) کہیں بھی نہیں گھبرا کر کمانڈر کا بعض حصہ صرف کر کے یہ کچھ مال و رسول اللہ ﷺ

عزرا دہندہ کے دربار میں آئے، انھیں دیکھ کر افسانہ آج بھی دیکھ کر افسانہ کی جیت سے (۱۲۲) کہہ رہے ہیں۔

[illegible]

کناج کے خلیے کی امداداری اپنے علاقہ کے خطیب کے حوالے کر دیوں گی جتنا وہ اور
میدان کی امداداری بھی انہیں کے سپرد کر دو۔

اپنی نیک دعاؤں میں مجھے مت بھولنا، میری ان نصیحتوں کو یاد رکھنا، میں نے صرف اس
بجے نہیں یہ نصیحت اور وصیت کی ہے کہ اس میں تمہارا لاکھ ہے اور تمام مسلمانوں کا لاکھ ہے۔
یہ اسکا چارچہ وصیت ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے اور جس میں آخرت کی اصلاح
بھی ہے اور ایک عالم دین کی اپنے شاگرد کو سب سے اچھی وصیت ہے، اس کی شہرت و فلاحیت کی
وجہ سے میں نے اپنی کتاب کو اس سے خالی رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

طبقات فقہائے متعلق ابن کمال پر شہاب مرجانی کی تعقیب

گزشتہ صفحات میں ہم نے عاصیہ (۱۱۵) پر طبقات فقہائے متعلق وزیر ابن کمال کے
ساتھ کی عبارت ذکر کی ہے اور اصل کتاب میں یہ وعدہ کیا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں اس پر
مرجانی کے تعقیبات کا ذکر کریں گے جس میں بے شمار فائدے ہیں، لہذا اب اس مقام پر نہیں اپنا
وعدہ پورا کر رہا ہوں تاکہ محققین اسے دیکھ سکیں۔ شہاب مرجانی اپنی کتاب بساط طہورۃ الحق میں
لکھتے ہیں

جان لو کہ مجھ تک دو قسمیں ہیں اولیٰ مجتہد مطلق جس کو فقہ میں پورا حاکم حاصل ہو، اعلیٰ درجہ کی
افت اور بصیرت کا مالک ہو اور ساتھ ساتھ دلائل کی روشنی میں مستقل استنباط پر قادر ہو۔ اس کی
یک ایضاً، ابو یوسف، محمد بن زفر، مالک، شافعی، احمد، ثوری اور ذہبی ہیں۔

دوم مجتہد فی الذمہ جب علمائے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ "ایہ شخص جو اپنے امام کے
قول اور دلائل پر قائم ہو اور اس کے نصوص کو اصول قرار دے جو جس کی روشنی میں شروع کا استنباط
کرتا ہو اور اس پر احکام کی تحقیق دیتا ہو جس طرح کہ وہ نصوص شرع کے ساتھ اس وقت کرتا ہے
یہ کہ دلائل کی روشنی میں کسی مسئلے سے استنباط پر قادر نہ ہو۔"

دوسری قسم کے علم اگرچہ اجتہاد مطلق کے درجے پر فائز نہیں اور فقہی تصور کی وجہ سے اول
درجہ کے ہیں تاہم ان کا شمار مقلدین میں نہیں ہے، بلکہ وہ اسباب نظر، اہل فکر و دانش اور
علم میں قوت بصیرت کے مالک ہوتے ہیں اور فقہ میں انہیں کامل مدرس اور تجربہ ہوتا ہے۔ ہم
علم کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، فقہی میدان میں انہیں بڑی مہارت ہوتی ہے اور فہمی اعتبار
ان کا کوئی مساوی نہیں ہوتا ہے۔ یوں ہی جرح و تعدیل پر انہیں کامل مدرس ہوتی ہے، صحیح اور

ضعیف کی تفریق میں پور درک رکھتے ہیں مذہب کے مسائل پر مبنی طرح انہیں یاد ہوتے ہیں مذہب پر اعتراض کا اچھی طرح رد کرتے ہیں مسائل کو قصائد میں نہایت سادہ اسلوب میں پیش کرتے ہیں اور ان کی تفصیل میں بھی انہیں کوئی شگارت نہیں ہوتی ہے اپنے موقف سے انہماک و اصرار کے خلاف شبہات کو رد کرنے میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں اس کے اندر جتنی دینے کی صلاحیت ہوتی ہے اور ترجیح پر پوری قدرت بھی۔

اس طبقے کے بعد کا طبقہ بھی اعتبار سے مختلف درجات پر قائم ہوتا ہے روایت میں صحت و ضعف پر کھنے کے اعتبار سے بھی ان کے درمیان فرق ہوتا ہے فقہ اور روایت میں بھی کوئی درجہ کمال پر ہوتا ہے تو کسی میں واضح کی موجود ہوتی ہے یا نہ نہایت روایتی معروف ہائے کمال تو سلطنت عثمانیہ کے ایک مشہور فاضل ہیں پڑھنے اور سمجھنے کے چور ہونے کے ہیں اور مجتہد فی الشرح مثلاً احمد ارباب اور اس کے طریقے پر کاربند رہنے والے عثمانی جنہوں نے اصولی قواعد کی بنی ڈھالی اور اربعہ کی روشنی میں احکام کا سبب دیا، دراصل وہ ان میں کسی کی بھی تقلید نہیں کی۔

دوم مجتہد فی المذہب مثلاً امام ابو حنیفہ کے فقیر اصحاب اور جن لوگوں سے فقہاء نے استخراج میں ان کے طریقے کو انہیں کے قواعد کی روشنی میں (جن لوگوں کے اساتذہ اور شاگردانے رائج کیا تھا) اختیار کیا۔ یہ لوگ اگرچہ بعض احکام میں اپنے امام کی مخالفت کرتے ہیں مگر بنیاد قواعد میں ان سے کوئی اختلاف نہیں کرتے اسی وجہ سے وہ اپنے مخالفین سے اصول و فروع میں ممتاز ہوتے ہیں۔

سوم مجتہد فی المسائل مثلاً خفاف، جملہ ای کی فنی، شمس الدین صولانی، شمس الدین سمرقانی، الاسلام بزدوی، ابو الدین قاضی خاس اور ان کے امثال، جو اصول اور فروع میں بھی اختلاف کی حد میں نہیں رکھتے بلکہ ان احکام کا استناد کرتے ہیں جن میں مجتہد فی الشرح سے کوئی نہیں موجود نہیں، مسائل کے استنباط میں اپنے امام کے قواعد کو پران رکھتے ہیں۔

چہارم وہ محدث جو اجتہاد پر بالکل قائل نہیں ہوتے ہیں مگر اصول اور مذہب کا کمال احاطہ کرنے کی وجہ سے کسی مجتہد سے متقول عمل اور احتیاطی احوال کی تفصیل پر انہیں قدرت ہوتی ہے اور۔

لوگ اصحاب ترجیح ہیں مثلاً رازی اور ان کے امثال۔

پانچم اصحاب ترجیح مثلاً بو حنین قدوری اور صاحب جدید وغیرہ۔ یہ لوگ ایک روایت کو دوسری روایت پر فوقیت دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس کے لیے "یا صحیح روایت ہے" "یہ قیاس کے زیادہ موافق ہے" اور "لوگوں کے لیے اس میں زیادہ دلی ہے" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

ششم مقلد جراتوی اور قوی و ضعیف، ظاہر مذہب اور ظاہر روایت وغیرہ میں فرق کرنے پر قدرت رکھتے ہیں مثلاً صاحب کنز، صاحب علی، صاحب وقایہ، صاحب فتح وغیرہ۔

ہفتم مقلد جو مذہب و فروع میں سے کسی پر قدرت نہ رکھتا ہو، مگر سے دار کوئے میں تیزی صلاحیت بھی نہ ہو، اور یا انہیں میں فرق کی صلاحیت کا بھی مالک نہ ہو بلکہ عاصیہ کی طرح سب کچھ اٹھ کرنا چاہتا ہو اس طبقے کے لیے اور جو ان کی جوری کرے ان کے لیے پوری جاتی اور بڑی ہے۔

انہی کماں نے ان تفسیلات کا ذکر کیا ہے اور انہی نے اپنے طبقات میں حرف بحرف اس کو نقل کرنے کے بعد لکھا "یہ بہت اچھی تقسیم ہے" میں کہتا ہوں کہ اس تقسیم کا بہت اچھا ہوتا تو دور کیا بات ہے صحت سے بھی اسے اور کا دلائل نہیں، کیوں کہ اس میں زبردستی کی سمجھا جان موجود ہے اور اپنے نکتہ قول سے بڑے اور اپنے ایسے الفاظ و کلمات ہیں جس کا تو کچھ سمجھتی ہے اور نہ ہی کوئی ملکہ، ان سے پہلے بھی کسی سے اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا اور اس دعوے کی آپ کوئی مخالفت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں آئے واسے کچھ لوگوں نے بغیر دلیل کے ان کی احتجاج کر لی ہے، ہم فقہاء کے ان سات صاحب سے متعلق جتنا بھی نرم یا اختیار کریں اس کے باوجود وہ اس بات سے بے انہیں چھڑا سکتے کہ چار طبقات کی وجہ بندی میں ان سے زبردستی طبعی اور واضح چوک

(۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء) - ولد صاحب سیدنا ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء

۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء

۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء

۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء

۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء - صاحب سیدنا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۰۱ء

(مؤلف)

ہوئی ہے۔ بھلا بتاؤ تو کسی کران کے قوس کا کیا معنی ہے کہ یوسف محمد اور زوار مرچہ احکام میں ابو یوسف کی مخالفت کرتے ہیں تاہم اصول میں نہی کی تاکید کرتے ہیں؟ اصول سے نہی کی مراد اس ہے؟ اگر اس سے ان کی مراد وہ بدلی احکام ہیں جن سے اصول فقہی کتابوں میں بحث کی جاتی ہے تو یہ کچھ مین چاہے کہ یہ عقلی قواعد ہیں، دلائل کی روشنی میں اس کی ترتیب دی گئی ہے، اصحاب عقل و فکر و صاحب نظر کو اس کام بغیر کسی مشاوری کے ہوسکتا ہے خود وہ مجتہد ہو یا نہیں، ان احکام کا ہتھاؤ ہے، بالکل تعلق نہیں۔ ان جنس ماموں کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ جیسے کہ لوگوں کے ان کی عقیدہ سے ظاہر ہے۔ حادثہ حاشا کران کے اندر اس طرح کی کوئی کمی ہونا فقہ میں اگر ان کا درجہ مابک، جیسا کہ ان کے اصحاب سے بڑھ کر نہیں تو یہ بھی مستند ہے کہ ان سے کچھ کچھ بھی نہیں۔ مخالف اور موافق کی دو بات پر یہ پیش رو بقوت ذاتی سے کہ "ابو یوسف ابو یوسف ہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ ابو یوسف جو فقہ میں فقہی درجہ پر قائم ہیں ابو یوسف بھی شان فقہیت میں اعلیٰ اور متمنی درجے کے حامل ہیں اور یہ بھی قوس نہیں زد عام ہے۔ ابو یوسف ابو یوسف ہیں یعنی ابو یوسف فقہ کے استے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں کہ ان میں کسی بھی طرف کی کوئی کمی نہی نہیں ہے۔ دونوں ہی اصولوں میں قصر فر دئی (۱۱۶) ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ غلطی بن محمد بن جعفر نے کہا کہ ابو یوسف کا سوا حد بڑا مشہور ہے، ان کی شخصیت ظاہر ہے، اسے اپنے زمانے سے سب سے بڑے فقید ہیں، ان کے زمانے میں کوئی بھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکا، وہ عزم و حکمت سرداری اور بردگی کی بنیاد پر تھے، مذہب فنی کے مطابق اصول فقہ میں آداب سب سے پہلے انہوں نے ہی ترتیب دی، مسائل ادا کروانے، ان کے پھیلنے کا اہتمام کیا اور ابو یوسف کے علم و روئے زمین کے تمام گوشوں تک پھیلا دیا۔ (ع ۱۱)

محمد بن حسن نے کہا کہ ایک مرتبہ ابو یوسف کی بہت زیادہ طبیعت خراب ہوئی، اندیشہ لاحق ہو گیا تو ابو یوسف نے ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، جب لوگ نے قیامت کر کہا، "مریے تو جو ان دینے سے چل جائے تو زمین کا سب سے بڑا عالم رخصت ہو جائے گا۔" (۱۱۸)

یوں ہی محمد بن حسن کا معاملہ ہے کہ امام شافعی نے ان کی تعریف و توصیف بہت بڑھ چڑھ کر کی ہے۔ دفع بن سلیمان کہتے ہیں کہ شافعی نے انہیں خط لکھا اور ان سے کچھ کتابیں طلب کیں

تو انہیں بھیجے میں تاخیر ہوئی، شافعی نے لکھا

قل للذی لم یصرعی
حسی کلان من را
العلم بھی اہلہ
لعلہ یلعلہ

ن من راہ مثلہ
ہ قد رای من قبلہ
ان یمنعہ اہلہ
لاہلہ لعلہ (۱۱۹)

(ترجمہ: وہ جنی کہ محمد کو اپنی شخصیت کے مالک ہیں کسی کو کسی حکم نے ان کی طرح تو دور کی بات اس حکم کو بھی نہیں، بلکہ جس نے ان کی طرح کسی کو دیکھا، وہ تو وہ تو سف کی حسین یہ دیکھ اور دم و عرفان کا خزانہ ہیں اور ایک عالم کو یہ زب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے عام کو ہم کی خیر و اشراف سے باز رکھے)

اس خط کے پانچ ہی محمد بن حسن نے انہیں کتاب بھیج دی۔

ابو یوسف نے کہا کہ محمد بن فضل سے میں نے کہا کہ اسے اتنی توفیق و ہدایت دے کہ وہ ایک مصلحت آپ نے کہاں سے نکلتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد بن حسن کی کتابوں سے۔ (۱۲۰)

حسن بن احمد نے کہا کہ اتنی دیکھ بنی (جس قدر کہ امام محمد بن حسن) ابو یوسف کے اندر بھی انہیں توفیق، جس میں آپ ان نے کہا کہ وہ ابو یوسف سے بڑے فقید تھے۔

عبد الرحمن بن عدوس، مالکی نے اپنے مقدمہ میں لکھا کہ شافعی عراق گئے، امام ابو یوسف کے اصحاب سے ملاقات کی، اس سے خدمت کیا، تہاڑی اور عراقی طریقہ کار کے ایک خاص مذہب بنالیا۔ (۱۲۱) ابن عساکر نے کہا کہ امام محمد بن حسن سے ملاقات کرنے کے بعد ابو یوسف کے اصحاب سے خدمت کیا، ایک خاص مذہب بنالیا۔ (۱۲۲)

آپ یہ نہیں دیکھتے کہ جب امام شافعی نے طاعت کے مفہوم کو سن لیا (۱۲۳) پھر ترجیح دی اور اس کی بنیاد اس وقت ہو گیا کہ شافعی اپنی فطرت و فہم سیر، وہ علم شریکی درجے سے اس کے کامل میں ان سے مدد گنجی کے مقول بھی ہے، وہ ان کے جادو کی کھڑکی سے کچھ دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ ابن ہمام اور دیگر جہانے یہ کہہ کر اس کا رد کیا کہ محمد بن حسن اس ساری خوبیوں کے مالک ہیں، ان (۱۲۴) ابو یوسف محمدی، شریف، حنفی، ائمہ، مدعو، مہمور، ہے۔ (قیس عابدی کے نسخے پر)

بارہ یعنی ایسی صورت جس کا مرد سے اشتقاق نہ ہوا ہو یا کہ وہ یا شیبہ کے لیے وکیل بنانا جائز ہے، ایسا ہی ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

چوتھے میں ہے کہ اگر صورت بارہ ہو تو رازی نے کہا اس کا وکیل مانا لازم ہے، یہ ایسا مسئلہ ہے جس کا حل طحاوی نے مستحب قرار دیا ہے۔

ان کا حکم یہ ہے اگر مرد نے فرمایا کہ ابو بکر رازی ایسا صیغہ میں رازی بڑے امام ہیں، یعنی بظاہر اصل وغیرہ کے مطابق ابو حنیفہ سے کہیں مردی ہے کہ باکرہ اور شیبہ میں کچھ فرق نہیں خواہ بارہ نہیں ہو یا بے پردہ اور توئی اس پر ہے جس کو شیخوں نے اختیار کیا، لہذا رازی کی تخصیص کے بعد عام طور پر متاخرین کی طرف انتساب صرف اس لیے ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس جزیہ کے وہی موجد ہیں اور متاخرین نے ان کی اس سکتے میں اظہار کیا ہے۔

طحاوی نے اپنی کتاب میں ابو بکر رازی کے حوالے سے کثرت کے ساتھ نقل کیا ہے، ان کے اقوال سے دلائل پیش کیے ہیں، اور ان کی رائے کی متابعت کی ہے۔ حواہی اور ان کے بعد جن کا ذکر مجدد فی المسائل کے ضمن میں کیا ہے ان سب کا علم ابو بکر رازی کے علم پر ان کا ختم ہو جاتا ہے۔ ☆

قاضی ابو یوسف دوسرے کے استاذ ابو حنیفہ رضوی سے ان سے علم فقہ حاصل کیا، یوں ہی حنفی الاثر علوانی کے استاذ ابو ابراہیم حسین بن خضر غسلی نے بھی ان سے فقہ حاصل کیا۔ غسلی کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ ان کے شاگرد ہیں، قاضی غسان کے اصحاب کے اصحاب میں سے ہیں۔ اصحاب بخاری میں غسان کا واسطہ ہے، شاکر لکھتا ہے کہ غسلی نے لکھا ہے: ”یہاں بخاری میں ہے“ اس عبارت سے یہ ہو کہ ہو گیا کہ شاید ان کا علم مقام اصحاب بخاری کے بعد ہو سکتا ہو۔

ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے عیدین کی تیرہ ہجیرات سے متعلق این عباس کے قول کی بخاری میں ہے اس قصہ کو انہوں نے اصل ہجیرات پر محمول کیا ہے جب کہ شافعی اور ان کے بعد کا روئے ہجیرات زیادہ پرانہ ہو گا محمول کیا ہے۔

ابو یوسف نے غسلی کے اس قول کی بخاری کی کہ غسلی مشکل ورافعت کے مسئلے میں دو حصوں

کے نصف کا مستحق اس لیے ہے کہ یہ سات کا تیسرا حصہ ہے اور محمد نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ بارہ کا پانچواں حصہ ہے۔

ابو الحسن کرخی نے قدیل رکوع اور نکود سے متعلق ابو حنیفہ اور محمد رحمۃ اللہ کے قول کی بخاری کی اور اسے واجب قرار دیا اور ابو عبد اللہ جرجانی نے اس کی بخاری کی، اور اسے سنت پر محمول کیا۔ اس طرح کی درجنوں ایسی مثالیں موجود ہیں جو بڑے مجددین کرام سے صادر ہوئیں جس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی اجتہادی شان پر حرف آجائے یا ان کے درجہ کو کم کر دے، تو پھر ابو بکر رازی کو کیسے ان کے درجہ سے نیچے شمار کیا جاسکتا ہے۔

قدوری اور صاحب دایہ کو انہوں نے اصحاب ترجیح اور قاضی خاں کو مجددین فی المسائل کی فہرست میں شامل کیا ہے جب کہ قدوری نے اس کے اعتبار سے غسان سے پہلے ہیں اور علم و فضل میں بھی ان کا مقام اعلیٰ ہے تو پھر قاضی خاں سے بڑے کیوں نہیں ہوں گے۔

جہاں تک صاحب دایہ کی بات ہے تو ان کا مقام تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں جہاں جاتے مرجع طلب ہوتے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کو لکھنؤ پر شہر کیا جاسکتا ہے۔ جمہور اور اس کے علاوہ کتابوں میں ہے کہ ان کے زمانے کے لوگوں نے ان کی علمی برتری اور ان کے فضل کا اعتراف کیا ہے، جن میں امام غزالی، قاضی خاں اور زین الدین علی بن عثمان وغیرہ سر فہرست ہیں۔

انہوں نے کہا کہ وہ اپنے زمانے کے علمائے بہت آگے تھے حتیٰ کہ اپنے ان اساتذہ پر بھی انہیں علمی برتری حاصل تھی، غسان سے انہوں نے فقہ حاصل کیا تھا اور انہیں اس کا اعتراف بھی تھا۔ لہذا یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا درجہ قاضی خاں سے کم تھا، بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وہ اجتہاد کے ان سے کہیں زیادہ تھے، اجتہادی مسائل کے اصحاب میں بھی قاضی خاں سے زیادہ دوسرے انہیں حاصل تھے۔

یہ اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ ان کی اس وجہ بندی سے پانچویں اور چھٹے درجے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کسی قیاس کی بنیاد پر انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے اور کسی بنیاد پر ان کے درمیان یہ فرق رکھا ہے، انہیں تو اس موضوع سے بہت کم تعلق ہے، جن لوگوں کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے ان سے بھی ان کی موافقت بہت کم لگتی ہے، اکثر کو تو وہ جانتے ہی نہیں۔ لیکن یہ ایک کا دو

کی ان کی انخروں میں کوئی قیمت نہیں تھی، دے رہیں پر اپنے علاقے کے علاوہ کسی اور علاقے کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر نہیں تھی۔ ہر ایک اپنے خیال میں یہی سمجھتا تھا کہ پوری کائنات ان کے علاقے کے سامنے بچھے ہے۔ اس فکر کا اس کے ملازم بھی جانا کچھ بے حد نہیں تھا، بالکل انہوں نے انہیں بڑے بڑے القاب سے نوازا اور بڑے بڑے وصف کو ان کے نام کی زینت بنایا مثلاً **مجلس الامراء**، **اسامہ ہمدان**، **شریہ**، یہی حال ان کے بعد آنے والے کا بھی رہا۔ دو اپنے اسلاف کو بڑے بھاری مجرم القاب سے یاد کرتے تھے، ان کے القاب میں دوسروں کو بچا رکھتے، بسبب اس میں سے کسی کا ذکر نہ تھا تو ان کے القاب میں زمین و آسمان کے قبا بے مادیت اور کچھ شیخ الاسلام **ابو حامی**، **خزید الملقیہ** وغیرہ اور جب ان کے علاوہ ملا کا ذکر کرتے تو صرف اس قدر کہتے کہ "کثریٰ اور حاصم نے کہا" تو عجب نہیں کہ جن لوگوں نے ان کی زبان سے یہ سب کچھ سنا وہ بھی ان کی القاد کرتے تھے۔ بالہذا جراحا و نوال رچا ل سے آستانہ کے مرااتب کمال سے بلند و اعلا کے طبقات اور فہم کے مرااتب سے بے خبر تھے وہ ان کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے اوصاف کے بلند و بالا ہونے کی وجہ سے موصوف کو بھی بڑا سمجھ لیا جس کی وجہ سے انہوں نے ان کے علاوہ ملا کی برتری کا انکار کر دیا اور اللہ کے دیگر عجب بندوں کو حقیر سمجھا۔

ابن کمال حکومت کی طرف سے فتویٰ نوکیلا پر مامور تھے، اس لیے آپ کو ماضی اور پریشانیوں سے نکالنے کے لیے فتویٰ کی کتابوں کا مطالعہ ان کی ضرورت بن گئی ہوگی، اس دوران ابن کمال کا ہندو گاہ بارہا تھم پر چڑھی تو انہیں بڑے بڑے آداب و القاب و انا دیکھا جس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ ان کے سامنے تو کسی کی کالی تہ رہے ہیں، لہذا ان سے متاثر ہوتے چپے گئے اور سبکی ان کی طبیعت بن گئی، جو کچھ انہوں نے کیا وہ بعد انہوں کے لیے نشان منزل بن گیا و آداب و القاب کی روشنی میں اس کے طبقات کی جس طرح بعد میں کر کے عالی مرتبت کو انہوں نے سامنے کر دیا، موافق کو اعلیٰ بنادیا اور انکے دست کو فرض بنا کر پیش کیا، بعد میں آئے انہوں نے بھی انہیں کے طریقے کو اپنا لیا اور اس سے تمجید کرتا یا نکل ہی چند فیض کیا، اگر ان کے سامنے کسی بڑے عالم کا قول آتا تو وہ کہتے وہ تو مجتہدین میں سے نہیں کیوں کہ ان کا شمار مذکورہ طبقات میں نہیں۔

ابن کمال نے یہ یاد پڑھ کر اس فیض نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ سمجھو وہ ایک

کردیا ہوا اور مقدم کو سزا خرکریا جس سے معاملہ بالکل است گیا بلکہ بہت ساری کتابوں کو دوسروں کی طرف منسوب بھی کر دیا ہے، پھر دوسرے طرح ان کے عقائد کو جان سکتے ہیں اور کسی طرح ان کے عقیدے میں حرج کو بیان کر سکتے ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کلیہ کا علم بہت دشوار ہے بالخصوص جب فقہاء اور علماء سے متعلق کیوں کہ ان کی مثال پھیلی ہوئی اس زنجیر کی طرح ہے جس کے دوسرے سرے کا یہ عقیدہ نہیں چلا جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہے و صابرونیہم آیہ الا ہی اکہبر میں احتجب (ہم انہیں جو بھی نشانہ دہکتے ہیں وہ دوسری سے گھٹن دینا دہکتی ہوئی ہے) اس کا صحیح مفہوم تو اللہ کو ہی معلوم ہے مگر میری سمجھ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نشانی کو اگر ایک ایک دیکھا جائے تو غور کرنے والا ہر ایک کے بارے میں یہی کہے گا یہ سب سے بڑی نشانی ہے ورنہ یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ ہر نشانی دوسری نشانیوں سے من گھڑی ہو جو بڑی سے کیوں کہ یہ تقاضا ہے۔

فقہاء عراق بڑے سادگی پسند تھے، آداب و القاب بالکل پسند نہ کرتے، القاب سے متعلق وہ سلف امت کے نقش قدم پر چلتے تھے کہ ان کے اندر دینداری، تقویٰ اور حسنین فی الدین اور زیادہ ان کے انہوں نے ہمیشہ اپنے کو بھاری بھرکم الفاظ سے دور رکھا، بلند بانگ دعووں کو کبھی بھی نہ کیا، شعرائیں بنایا اور دوسری اور خود نامی کو کبھی بھی اچھا نہیں سمجھا۔ اسی طرح وہ منصب قضاء اور شہر کی نوکری سے بھی دور رہنے کی کوشش کرتے رہے، لہذا دوسروں سے امتیاز کے لیے وہ اپنے نام سے ساتھ اتنا سادہ لفظ استعمال کرتے جو عام لوگوں کی نگاہ میں نہایت فقیر سمجھا جاتا تھا، وہ اپنے کو کسی چٹکی طرف منسوب کرتے، یا قبیلے کی طرف، یا گاؤں کی طرف یا کسی علاقے کی طرف یا کسی طرف کسی چھوٹی چیزوں کی طرف مثلاً خضاب، بھوسا، قدوری، چٹکی، بھڑوی، کرفی، صبری۔ جب متاخرین نے ان کا حال نقل کرنا شروع کیا تو ان کے نام کے ساتھ کسی آداب و القاب کا اضافہ نہیں کیا، ان کے طریقے پر چلتے ہوئے انہیں الفاظ کو ان کے نام کے ساتھ استعمال کیا۔

دوسری طرف خراسان اور بالخصوص ماوراء النہر کے لوگوں کا حال قرون وسطیٰ اور اس کے بعد کے زمانے میں یہ تھا کہ دوسروں پر اپنی برتری کی ثابت کرنے کا ہنر بہت جیسے تھا۔ خود نمائی اور خودی ان کے اندر ہر طرح کا فرغ نامی، خاکساری محض ایک دھوکا تھا، اپنے علاوہ دوسروں کی بات

گھونٹ اور صحرائے ایک مشت خاک کے برابر ہے، حاکم و غیرہ نے بعد مجمع حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے درجات کے مطابق کہیں (۱۲۵)۔ ان میں ہر ایک احمد دین ہیں، اور روئے زمین پر حق کے داعی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بھی عطا فرمائی ہے۔ اہل بصیرت کے لیے یہ چند فوائد و فضول اور قواعد اصول ہیں۔ اللہ ہی سیدھی راہ کی راہنمائی کرنے والا ہے، وہی ہمارے لیے کافی ہے اور ہمارا رہبان بھی۔

نہیں نے ساطورۃ الحق فی مہربۃ العشاء وان ہم یبعث الشعل سے نقل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس مقام پر مختصر تصرف کے ساتھ چرا کر دیا۔ یہ کتاب قدیم بلغاریہ کے علاقہ قزاق سے ۱۲۸۷ھ میں شائع ہوئی ہے مگر اس علاقے کی کتاب تک پہنچنا کسی قلمی نسخے تک پہنچنے سے زیادہ دشوار مسئلہ تھا اور اس کا حاصل کرنا بہت کٹھن معاملہ تھا اس لیے ہم نے اس کی بحث کا خلاصہ ذکر کر دیا تاکہ محققین اس کو دیکھ سکیں اور اس لیے بھی کہ اس میں جو بے فائدہ اور بے سمت تحقیقات تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ موضوع طبقات فقہاء کے لیے بھی بہت اہمیت کا حامل تھا، کیوں کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ حد سے تجاوز کرنے والوں کی بھی کثرت ہوتی جا رہی تھی اس لیے دلائل و براہین کی روشنی میں انہیں دکھانا از حد ضروری ہو گیا تھا۔ اللہ کی مدد اور اس کے فضل سے اس بھری ہوئی بحث کو نکال کر آنے کا ہمیں موقع ہوا تھا، آمین اور اللہ ہی ہر امیدوں کو فعل اور عمل کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف جو بڑے علامہ صاحب نظر و محقق، باہر فقیر، اصولی و حکم مؤرخ شیخ شہاب الدین بن بہاء الدین مرجانی ہیں، ۱۲۳۳ھ میں ان کی حیدر آتش مرجان گاؤں میں ہوئی، اپنے والد سے علم حاصل کیا، پھر ۱۲۵۳ھ میں بخارا اور مرقند کا سفر کیا، ان علاقوں کے مشائخ سے علم حاصل کیا، انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ملی اور ان علمی خزائن سے انہیں طرح استفادہ کیا کہ ان کو وہ علاقے اس وقت نادر کتابوں کی نسبت معروف تھے، یہاں تک کہ فقہ، اصول، توحید اور تاریخ میں بہت نفع بخش کتاب کے مؤلف بن گئے۔ ان میں سے بہت ساری کتابیں قرآن، فہرہ اور اسنول سے شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۲۸۰ھ میں ان ۱۳۰۶ھ کو اپنے علمی سفر میں ۸۳ سال کی عمر میں

داعی اجل کو بیٹک کہہ گئے۔ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی زندگی ایک کامیاب علمی زندگی تھی، مسائل میں ان کی اپنی ایک شان تھی اس سب کے باوجود بعض تہمات ان کی بحث میں موجود ہیں۔ وہ وقت میں سامع کے پابند نہیں تھے بلکہ ہر موضوع پر ان کا قلم آزاد و لقا۔ انہاں سے اور ہم سے دلگزر فرمائے۔

شاہ ولی اللہ کے تسامحات

اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس پختہ کی آخر میں الحسہ انصاف شیخ احمد بن عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کچھ باتیں کی جائیں کیوں کہ انہوں نے اجتہاد و تاریخ فقہ و حدیث سے متعلق اپنی کتابوں میں بڑی جرأت و سہولت پیش کی ہیں، جہان کی کج فکری اور حدیث کی کتابوں پر کوٹاہ فکری کا منہ پکڑنا ثبوت ہے۔ ساتھ ہی ساتھ احوال، چال اور تاریخ علوم سے نا آشنا کی کا پیہ بھی دیتی ہیں، اس کو تاہم دینی اور ملی عروہ کے وجود خیریت کی واہی میں ایسا بے لگام جھینکنے رہے جس سے ان کے قدم ڈگمگائے۔

ان کی کتابوں کے اپنے جلوے ہیں اور ان کے فوائد بھی اپنی جگہ مسلم ہیں، اس کے باوجود کچھ ان کے تقدرات ہیں جن کی مناجات درست نہیں کیوں کہ اس میں فکری مضطرب پایا جاتا ہے، جس سے انسان موضوع کی تحقیق میں حق پر قائم نہیں رہ سکتا اور یہ تابع و متبع دونوں ہی کے لیے خطرہ ہے۔ بہت سارے مقامات پر آپ ان کی ایسی مربوطہاں دیکھیں گے جس کا کچھ فائدہ ہی نہیں، لہذا میں یہاں ان کے بعض فکری مضطربات کو ان لوگوں کے لیے اپ بکر کرتا ہوں جنہوں نے ان کی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا کہ وہ ہوشیار رہیں۔ ان کی تمام باتوں کا تفصیلی جائزہ کے لیے خاص قارئین اوقات کی ضرورت ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان میں ہم حدیث کی خدمت میں ان کا اہم کردار ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حق سے جہاں انہوں نے تجاوز کیا ہے ہم اس سے سکوت اختیار کر لیں، لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ ان کی نشوونما حنفی ماحول اور حنفی اعتقاد میں ہوئی اور دوسری طرف عارف باللہ شیخ احمد بن عبد اللہ احمد برہنہ جتوہیہ شہودی (۱۲۱۶) کا قول کرنے میں امام ربانی سے معروف ہیں، کہ روحانی فیوض سے بہرہ ور ہوئے۔ اپنے ملک کے ماحول کے مطابق

حدیث اور فقہ سے میں مہارت حاصل کی، اس کے بعد قازان سفر کیا جہاں انہوں نے اصول متحدہ حدیث منورہ میں شیخ ابو بکر بن امیر الکرم کو رانی شافعی سے حاصل کیے ☆ اور ان کی صحبت بھی اختیار کی، ان کے والد کی کتابیں جن میں انہوں نے حشویہ، اتحاد یہ، الا سفا اور حشکین کے متفہم نظریات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے کا مطالعہ کرتے رہے، جس کا ان کی فکر پر گہرا اثر پڑا اور فقہ و تصوف میں انہیں کے مذہب کی طرف مائل ہو گئے۔ ہندوستان جب واپس ہوئے تو تصوف، اور فقہ میں اپنے اہل خانہ اور اپنے خاندان کے مذہب کو ایک طرف رکھ کر واپس ہوئے، ساتھ ساتھ توحید (جودی ۱۲۷۷) سے بھی متاثر ہو گئے اور بان حال سے یہ کہہ رہے تھے

عقدہ الحلالی فی الالہ عقائدہ
وانا اعتقدت جمیع ما اعتقدوہ
(ترجمہ اللہ کے بارے میں لوگوں نے تعلق عقائد رکھے ہیں، اور میں ایک وقت ان تمام عقائد کا ماننے والا ہوں)

میں سے اتحاد پارہ پارہ ہوا جب انہوں نے اپنے فقهی نظریات کی طرف دعوت دینا شروع کی، حشویہ، الا سفا اور وحدۃ الوجود کے قائلین کے اقوال میں تطبیق کی کوشش کرنے لگے اور صورتوں میں اندر کی جلی اور سطح پر میں اس کے تصور کی تصویر یہ سمجھ کر کرنے لگے کہ یہی اکابر کا عقیدہ ہے۔ جب کہ یہ نظریات قول بالقول کے قبیل سے ہیں جن کو اہل دانش نے یکسر مسترد کر دیا ہے اور اس طرح کے اقوال کی ماضی میں آپ کو بہت ساری مثالیں مل چکی ہیں۔

ان کے چلے (شاہ اسماعیل دہلوی) کی کارگزاری میں نے سیکے کو اور بھی بھلا دیا، امت کا شیرازہ منتشر ہو گیا، غیر مقلد ہو گئے، اور خود جنہیں میں مختلف گروہ ہو گئے، ڈانے کے ساتھ ساتھ اس ملک میں غیر مقتدیہ کو فروغ ملنے لگا۔ اگرچہ وہ اکثر (شاہ ولی اللہ) احمدی میں ایک مٹا مٹی بشارت کی وجہ سے اپنے قدم قدم جب کی طرف لوٹ آئے اہل بشارت کا ذکر انہوں نے خود صحرایہ الحرمین اور تنہیات الہیہ میں کیا ہے۔ تفصیل کے لیے فیض الہادی کا مقدمہ (ص ۲۳) دیکھیے۔

شاہ ولی اللہ اصول ستہ کی اعادیت کے متون کا تو خوب اجماع کرتے تھے مگر انہوں کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر متون پر ہی اکتفا دیکھا جائے تو (اصول ستہ) کی

(ایر کتاب ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر علی محمد رحمتی کے ساتھ کتب خانہ خانی سرے سے شائع ہو چکی ہے۔

حدیثوں کے لیے ایک جلد ہی کافی ہوگی کراہی علم اسانید میں غور و فکر کا خاص اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ فرائض مسائل کے احتجاج سے متعلق سن تو اپنی جگہ صحیحین کی سند میں بھی غور و فکر سے کام لیتے ہیں، لہذا عقیدے سے متعلق کیے ممکن ہو سکتا ہے کہ احادیث کی سندوں میں غور و فکر ترک کر دیا جائے۔ ان کا سب سے کی اسناد میں غور و فکر کیے بغیر صرف حوالہ پر اکتفا کرنا مذہب فقہاء اور مسانید ائمہ میں جبری عزم لگنے اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کے مترادف ہے، جو محض خیالی باتیں ہیں تاریخ علوم اور اہل شان تحقیق کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے عجیب و غریب نظریات میں سے ایک یہ ہے کہ مجاہد حق بالقرور داخل نظر بند کی کا معاملہ تھا، حالانکہ نظر بند کی رسولانِ مقدس میں سے کسی کی بھی شان نہیں۔

مشکلات الآثار کو دہلوی صاحب نے ان وجوہ پر محمول کیا ہے جس کا تعلق عالم مثال سے ہے، بعض مخصوص کے مطابق معانی کا اس میں طول ہوتا ہے، یہ نظریہ انہوں نے افلاطون کے مثالی عالم (۱۲۸) کے نظریے سے اخذ کیا ہے جن کے مطابق یہ پورا عالم خیالی ہے اس کا وجود حقیقی شرع میں ثابت ہے اور مذہبی عقل میں نتیجتاً مشکلات کے حل کا دار و مدار اس عالم پر نہ کرنا چاہیای ہوگا جیسا کہ اس کا حل کسی خیالی چیز پر رکھا جائے بلکہ میراثیہ کرنے والے معانی کی نفی بھی اس لیے ہو جائے گی کہ اس کا دار و مدار مجہول عالم مثال پر ہے۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ کسی چیز کو اس کے علاوہ کھنا جیسا کہ صدر اول کے فلاسفین نے سمجھا گرا ہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ لہذا اگر مشکلات کو حل کرنا چاہیں تو احادیث کی اسناد و رجال کے احوال اور ائمہ کرام کی مستتر توجہات کا سہارا لینا پڑے گا۔

ان کا ماننا ہے کہ جنہوں نے خلافِ عقل سے سیرابی حاصل کی ہے ان کی روایتیں مشکوک ہیں، جب کہ متاخرین اور بعد میں آنے والے جنہوں نے گمراہی عقل سے سیرابی حاصل کی ان کی روایتیں خلاف ہیں۔

انہوں نے اصول مذہب پر بھی تنقید کی اور یہ بھی کہا کہ یہ متاخرین کی کارستانیوں ہیں اور انہوں نے غبارِ واحد کے ذریعے نہیں پر زبانی کو بھی اسی قبیل سے قرار دیا، اور ساتھ ہی ساتھ اس مسئلے

میں شافعی کا حکم میں حسن کے ساتھ مناظر ہو چکی اور نہ کیا ہے جو خود ان کے خلاف ہے اور اس وجہ سے کے خلاف ہے جو خود انہوں نے چند سطور پہلے کیا ہے۔ اس سے ان کے علمی اہلی کا پتہ چلتا ہے، ان کی کوتاہ بصیرت واضح ہوتی ہے اور حقد میں کی کتابوں (جن میں اصول مذہب کے مسائل پہلے ہوئے ہیں اور جو ہم تک ہمارے حقد میں اکثر کے حوالے سے پہنچے ہیں) میں عدم دسترس کا پتہ چلتا ہے۔ کہاں شاہ ولی اللہ اور کہاں عیسیٰ ابن یحییٰ کی کتاب الصحیح و التکریر و الصحیح و القصیر؟ یوں ہی حصول اہل ہجر طرازی میں الاصول اور انکالی کی فہم کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی ہوگی، دہلی طرح خطا و غلطی کی شرحیں کہاں ان کے مطالعے میں آئی ہوں گی؟ جن میں اصول مذہب کے بے شمار مسئلے ہیں جو ہمارے ائمہ کرام سے متعلق ہیں۔ لہذا اس طرح کی فضیلتوں پر ان موضوعات کے مسئلے میں حقائق کو نہیں کیا جاسکتا۔

تحقیق شمیری نے بعض افشاری کے باب برائے اہل حق میں ان کے کسی رسالے کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے قدم عالم (۱۲۹) کا قول کیا ہے جو سب سے بڑی مصیبت ہے، اور پھر اس سے کہیں زیادہ وجہ کی بات اس مسئلے پر ترقی میں موجود حدیث ابنی رازین (۱۳۰) سے استدلال ہے اور اس مسئلے میں انہوں نے راوی کی تاویل کو بھی مسترد کر دیا ہے جب کہ اس کی سند میں حوالہ میں سطر اور کچھ میں حدیث ہیں، حوالہ خط ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کے دلوں کو سچے بیڑوں نے تھپتھپ سے متعلق جو کچھ بھی باطل چیزیں چاہیں والے دیں۔ یوں ہی بخاری نے سلطان ان سے انتہا کیا ہے اور مسلم نے ان سے ثابت کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت خزانہ نہیں کی، جب کہ اس کے صحیح میں ان کی روایتیں اس درجے کے قوی نہیں ہیں، جہاں تک صحیح میں حدیث یا حدیث (اختلاف روایت کی بنیاد پر) کا مسئلہ ہے تو ان کی عقل مجہول ہے، انہوں کی روایت تو محروم کی عقل سے متعلق بھی ناقص احتجاج نہیں ہو سکتی تو یہ روایت کیسے ثابت ہو جائے گی، جس میں اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کیا گیا ہے یا قدم عالم کا نظریہ ثابت کیا ہے جو کتاب اللہ کے اسرار متافی ہے۔

جس کا حال علم حدیث میں یہ ہوتا اور احکام سے متعلق کیسے اس کو حاکم سمجھا جاسکتا ہے؟
 تاہم بعد میں جب انکس مدینہ منورہ سے بشارت ملی جو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا تو وہ اس
 اضطراب سے نکل کر آخرت کی رسوائی میں لگ گئے تھے۔ چنانچہ فوسوس الحسوس میں رقم
 طراز ہیں کہ ”عفی اکرم اللہ نے ہمیں بتایا کہ مذہب حق کا طریقہ بالکل صاف ستر ہے اور سنت
 کے سب سے زیادہ موافق ہے“ اس عبارت کے بعد ان حضرات کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا
 جو الانصاف، عقد الحید، اور حید اللہ الباقیہ وغیرہ کے بل بوتے پر مذہب کوڑھانے کی
 کوشش کر رہے تھے۔ یہ ایک سرسری اشارہ ہے جو ان کے قطعیات کو ظاہر کرنے کے لیے کافی
 ہے۔ امید کہ اللہ تعالیٰ اس کثیر الجہانب بحث کی تمام آرا کا جائزہ لینے کے لیے فرصت کے
 دوسرے اوقات میں فرمادے اور اللہ کے لیے کھمدشا کریں۔

یہ رسالہ اللہ کے فضل و کرم سے قاہرہ (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے) میں بروز جمعرات
 ۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے فقیر محمد زاہد الکوثری کو جو کہ دارالاسلام
 میں علمی خدمات کا فریضہ انجام دے چکا ہے کی مغفرت فرمائے اور میرے والدین، میرے مشائخ
 میرے اساتذہ کے درجاء، میرے رشتہ دار اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین و انصر دعواتہ
 الحمد للہ رب العلمین۔

مشغل:

امام و خطیب:

ڈاکٹر کل:

باقی رکن:

باقی:

مؤلف ایک نظر میں

نام:

جائے پیدائش:

والد:

تعلیم:

مختار الاسلام

مدار سنچ، سرہا، ضلع اردو (بہار)

سید توحید عالم

(۱) حفظ قرآن کریم، دارالعلوم ممبائی، پٹنہ

(۲) فاضل درس نظامی، جامعہ عربیہ اسلامیہ، بنارس

(۳) تخصص فی الدرر و الادب، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی

(۴) الاجازات العالیہ، شعبہ حدیث و علوم الحدیث، جامعہ الازہر شریف، مصر

(۵) تخصص فی الاقامہ، (مذہب اربعہ) دارالافتاء المصریہ، قاہرہ و مصر

(۶) عاملیت (ٹائوپ) معتمد باحوث الاسلامیہ، جامعہ الازہر شریف

(۷) مدرسہ اسکالر ڈیوٹیک یونیورسٹی، امریکہ

تعلیف، تبلیغ و تحقیق، دروس و وعظ، گچرڈ (ہریانہ) انگلش، عربی، اردو

کیری اسلامک ایسوسی ایشن، انارکھ کیرولینا، امریکہ

فتیمی کونسل آف انٹرنیشنل اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ ایسوسی ایشن،

سائڈ کیرولینا، امریکہ

دی نیو ایج میڈیا اینڈ ریسرچ سینٹر، دہلی، انڈیا

المدینہ انجیریشن بورڈ، پوربہ، بہار

الفاضل و عظیم شریعت، امریکہ، بہار

عالمی کانفرنس میں شرکت: سر دوزہ عالمی صوفی کانفرنس، مراکش ۲۰۰۹ء

اس کی پیکیٹنگ میں شرکت: ڈانچک یونیورسٹی ۲۰۱۰ء

ایک فورسٹ یونیورسٹی ۲۰۱۰ء

ایک فورسٹ یونیورسٹی ۲۰۱۱ء

تفصیلات:

اردو انٹیکسٹ، عربی انٹیکسٹ، پچاس سے زائد مقالات و مضامین ہندو پاک

اور امریکہ کے ہزاروں رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

تصنیف و تالیف:

اثر ابن مہاس

قرآن کریم کی تفسیر میں غیر اسلامی افکار کی دراندازیاں (ذریعہ طبع)

امام ذہبی اور مستشرقین (ذریعہ طبع)

علم جرح و تعدیل (ذریعہ طبع)

سیرت رسول (ذریعہ طبع)

اردو سے عربی ترجمہ تحقیق:

المقادیہ

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

محمد ﷺ حاتم النبیین

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

الہاد الکاف فی حکم الضعاف

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

العقیدہ فی الاسلام

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

اوقات الصلوٰۃ فی ضوء الاحادیث النبویہ

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

AF-1435

عاصیہ لکڑی کی تحقیق کا جو اصرار علی کتابوں اور قدیم نسخوں پر مشتمل ہے، قندھار کے
 لکڑی کے علاوہ اس کے لیے سوال بھی فراہم کر رہے ہیں۔ وہ ایک زمانے تک پہنچے ہیں
 سوال تک عالم اسلام کی سرحدیں کرنے والے ملک نے ایک نئی کتاب کے قلم سب سے
 ان کی پہلی کار کھائی۔ اس کتاب میں صرف کا طریقہ کار عالم اسلام کی لکڑی سے اعلیٰ
 ثقافت ہے۔ عالم و اعلیٰ کی طرف سے، پہلی کتاب میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں
 تصدیق کے لیے یہی کہیں گے، ان کا بھی کیا کہنا کہ اس میں اس کی جتنی تک
 اقوال میں تحقیق اور تحقیق اور اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں
 تحقیق کی اچھا کار کھائی، اس سے ہم اس میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں
 اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں



دارالانعمان

دارالانعمان

Near Maktaba Qadria University Road, old Sabzi Mandi, Karachi.

Contact No: (92) 345 77606-11.

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com